خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

# الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 27/ جون 2022ء | 27/ ذوالقعدہ 1443ھ ہجری قمری | 27/ احسان 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 128


## ارشادِ باری تعالیٰ

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾

(البقرہ: 128)

ترجمہ: اور جب ابراہیم اس خاص گھر کی بنیادوں کو استوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی۔ یہ دعا کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

## فرمانِ خلیفۂ وقت

جماعت احمدیہ کی مساجد کا شمار اُن مساجد میں نہیں ہوتا جو وقتی جوش اور جذبے کے تحت بنا دی جاتی ہیں اور صرف مسجدوں کی ظاہری خوبصورتی کی طرف توجہ ہوتی ہے نہ کہ اس کے باطنی اور اندرونی حسن کی طرف۔ ہماری مساجد وہ نہیں ہیں بلکہ جماعت احمدیہ کی مساجد کا حُسن ان کے نمازیوں سے ہوتا ہے، اس میں عبادت کے لئے آنے والے لوگوں سے ہوتا ہے۔ ہماری مساجد کی بنیادیں تو ان دعاؤں کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدا کے گھر کی بنیادیں اٹھاتے وقت کی تھیں۔ احمدی وہ لوگ نہیں ہیں جو بظاہر ایمان کی حرارت والے کہلاتے ہیں لیکن ان کے دل برسوں میں نمازی نہیں ہوتے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا ان کو تو ایمان کی حرارت کا اِدراک بھی نہیں ہے۔ پتہ ہی نہیں کہ ایمان کی حرارت کیا ہوتی ہے۔ وہ تو ایمان کو سطحی طور پر دیکھتے ہیں، سطحی طور پر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو کیا پتہ کہ ایمان کی حرارت کیا ہوتی ہے۔ پس یہ اعزاز جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ملا ہے، اس کو قائم رکھنے کے لئے اپنے ایمانوں پر نظر رکھیں اور اپنی مسجد کی تعمیر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں کو پیش نظر رکھیں تب ہی آپ ان لوگوں میں شمار ہو سکتے ہیں جو گو آخرین میں ہیں لیکن پہلوں سے ملنے والے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 10/ جون 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

## اس شمارہ میں


- شانِ احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- حجاب کے بارے میں ایک عدالتی فیصلے پر تبصرہ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز
- This Week with Huzur - 27/ مئی 2022ء


## فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہ رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانے کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثالث روایت نمبر 276)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہماری اس مسجد میں اس نیّت سے داخل ہو گا کہ بھلائی کی بات سیکھے یا بھلائی کی بات جانے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہو گا۔ اور جو مسجد میں کسی اور نیّت سے آئے تو وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کسی ایسی چیز کو دیکھتا ہے جو اس کو حاصل نہیں ہوسکتی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 350 حدیث نمبر 8587 مطبوعہ بیروت)

## حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

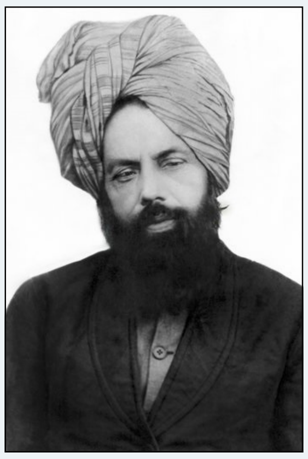

اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانۂ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر، جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیامِ مسجد میں نیّت بہ اخلاص ہو۔ محض لِلّٰہ اسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو تب خدا برکت دے گا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 93 ایڈیشن 1988ء)

• مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ورنہ یہ سب مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چھوٹی سی تھی۔ کھجور کی چھڑیوں سے اس کی چھت بنائی گئی تھی۔ اور بارش کے وقت چھت میں سے پانی ٹپکتا تھا۔ مسجد کی رونق نمازیوں کے ساتھ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دنیاداروں نے ایک مسجد بنوائی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے گرا دی گئی۔ اس مسجد کا نام مسجد ضرار تھا۔ یعنی ضرر رساں۔ اس مسجد کی زمین خاک کے ساتھ ملا دی گئی تھی۔ مسجدوں کے واسطے حکم ہے کہ تقویٰ کے واسطے بنائی جائیں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 491 ایڈیشن 1988ء)

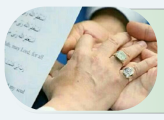

## دربارِ خلافت

# سچے مسلمان جو ہیں، پکے مسلمان جو ہیں وہ کبھی ایسی حرکتیں نہیں کرتے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھران آیات میں جو اگلا حکم ہے اُس میں فرمایا کہ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ (بنی اسرائیل:32) رزق کی تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اس کے بھی کئی معنی ہیں۔ یہاں قرآنِ کریم کے احکام کی ایک اور خوبصورتی بھی واضح ہوتی ہے کہ پہلے اولاد کو کہا کہ تم نے والدین کی خدمت کرنی ہے، اُن سے احسان کا سلوک کرنا ہے، اُن کی کسی بات پر بھی اُف نہیں کرنا۔ انسان کو اعتراض تو اُسی صورت میں ہوتا ہے جب کوئی بات بری لگے۔ تو فرمایا کہ کوئی بات والدین کی بری بھی لگے تب بھی تم نے جواب نہیں دینا بلکہ اس کے مقابلے پر بھی تمہاری طرف سے رحم اور اطاعت کا اظہار ہونا چاہئے۔ اب والدین کو حکم ہے کہ اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرو۔ کوئی امر اس تربیت میں مانع نہ ہو۔ غربت بھی اس میں حائل نہ ہو۔ پس یہ والدین پر فرض کیا گیا ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا ایسا خیال رکھو کہ وہ روحانی اور خلاقی لحاظ سے مردہ نہ ہو جائیں۔ اُن کی صحت کی طرف توجہ نہ دے کر اُنہیں قتل نہ کرو۔ بعض ناجائز بچتیں کر کے اُن کی صحت برباد نہ کرو۔ پس ماں باپ کو جب ربوبیت کا مقام دیا گیا ہے تو بچوں کی ضروریات کا خیال رکھنا اُن پر فرض کیا گیا ہے۔ بچوں کو معاشرے کا بہترین حصہ بنانا ماں باپ پر فرض کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ کیا جائے تو یہ اولاد کے قتل کے مترادف ہے۔ کوئی عقل رکھنے والا انسان ظاہری طور پر تو اپنی اولاد کو قتل نہیں کرتا۔ سوائے چند سر پھروں کے یا وہ جو خدا تعالیٰ کو بھول گئے ہیں، جن کی صرف اپنی نفسانی خواہشات ہوتی ہیں، جن کی مثالیں یہاں ملتی رہتی ہیں، جن کا ذکر وقتاً فوقتاً اخبارات میں آتا رہتا ہے کہ اپنے دوست کے ساتھ مل کر اپنے بچوں کو قتل کر دیا یا پھر ایسے واقعات غریب ممالک میں بھی ہوتے ہیں کہ ماں یا باپ نے بعض حالات سے تنگ آ کر بچوں سمیت اپنے آپ کو جلا لیا تو وہ ایک انتہائی مایوسی کی کیفیت ہے اور جنونی حالت ہے لیکن عام طور پر اس طرح نہیں ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا اس آیت کے مختلف معنے ہیں، قتل کے مختلف معنے ہیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنی اولاد کی اگر صحیح تربیت نہیں کر رہے، اُن کی تعلیم پر توجہ نہیں ہے تو یہ بھی اُن کا قتل کرنا ہے۔ بعض لوگ اپنے کاروبار کی مصروفیت کی وجہ سے اپنے بچوں پر توجہ نہیں دیتے، اُنہیں بھول جاتے ہیں جس کی وجہ سے بچے بگڑ رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ شکایات اب جماعت میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مائیں شکایت کرتی ہیں کہ باپ باہر رہنے کی وجہ سے، کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے، گھر پر نہ ہونے کی وجہ سے بچوں پر توجہ نہیں دیتے اور بچے بگڑتے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر جب بچے teenage میں آتے ہیں، جوانی میں قدم رکھ رہے ہوتے ہیں تو اُنہیں باپ کی توجہ اور دوستی کی ضرورت ہے۔ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ اس طرف توجہ دلا چکا ہوں، ورنہ باہر کے ماحول میں وہ غلط قسم کی باتیں سیکھ کر آتے ہیں اور یہ بچوں کا اخلاقی قتل ہے۔ باپ بیشک سو تاویلیں پیش کرے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بچوں کے لئے ہی کر رہے ہیں لیکن اُس کمائی کا کیا فائدہ، اُس دولت کا کیا فائدہ جو بچوں کی تربیت خراب کر رہی ہے۔ اور پھر اگر یہ دولت چھوڑ بھی جائیں تو پھر کیا پتہ یہ بچے اُسے سنبھال بھی سکیں گے یا نہیں۔ دولت بھی ختم ہو جائے گی اور بچے بھی۔ پھر اس کی ایک صورت یہ بھی ہے اور یہ مغربی ممالک میں بھی پھیل رہی ہے، ہماری جماعت میں بھی کہ مائیں بھی کاموں پر چلی جاتی ہیں یا گھروں پر پوری توجہ نہیں دیتیں۔ کسی نہ کسی بہانے سے ادھر اُدھر پھر رہی ہوتی ہیں۔ عموماً کام ہی ہو رہے ہوتے ہیں کہ نوکریاں کر رہی ہوتی ہیں۔ بچے سکولوں سے گھر آتے ہیں تو اُنہیں سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ماؤں کا بہانہ یہ ہوتا ہے کہ گھر کے اخراجات کے لئے کمائی کرتی ہیں لیکن بہت ساری تعداد میں ایسی بھی ہیں جو اپنے اخراجات کے لئے یہ کمائی کر رہی ہوتی ہیں۔ اور جب تھکی ہوئی کام سے آتی ہیں تو بچوں پر توجہ نہیں دیتیں۔ یوں بچے بعض دفعہ عدمِ توجہ کی وجہ سے، احساسِ کمتری کی وجہ سے ختم ہو رہے ہوتے ہیں۔ بیشک ایسی بیویاں اور مائیں بھی ہیں جن کے بارے میں اطلاعات ملتی رہتی ہیں جن کے خاوند نکمّے ہیں اور خاوندوں کے نکمّے پن کی وجہ سے مجبور ہوتی ہیں کہ کام کریں۔ پس ایسے خاوندوں کو اور ایسے باپوں کو بھی خوفِ خدا کرنا چاہئے کہ وہ اپنے نکمے پن کی وجہ سے اپنی اولاد کے قتل کا موجب نہ بنیں۔ پھر خاوند اگر اپنی بیویوں کا مناسب خیال نہیں رکھ رہے تو یہ بھی ایک قتل ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ایک بڑی اچھی مثال دی ہے۔ فرمایا کہ حمل کے دوران اگر عورت کی خوراک کا خیال نہیں رکھا جارہا اور اولاد بھی کمزور ہو رہی ہے تو یہ بھی اولاد کا قتل ہے۔ پھر اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ غربت کے خوف سے فیملی پلاننگ کرنا، یا بچوں کی پیدائش کو روکنا۔ بچوں کی پیدائش کو صرف ماں کی صحت کی وجہ سے روکنا جائز ہے۔ یا بعض دفعہ ڈاکٹر بچے کی حالت کی وجہ سے یہ مشورہ دیتے ہیں اور مجبور کرتے ہیں اور بچہ ضائع کرنے کو کہتے ہیں کیونکہ ماں کی صحت داؤ پر لگ جاتی ہے۔ اس لئے بچے کو ضائع کرانا اُس صورت میں جائز ہے لیکن غربت کی وجہ سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ وَاِیَّاکُمۡ (بنی اسرائیل:32) ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور اُن کو بھی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ قَتۡلَہُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا (بنی اسرائیل:32) کہ یہ قتل بہت بڑا جرم ہے۔

پس سچے مسلمان جو ہیں، پکے مسلمان جو ہیں وہ کبھی ایسی حرکتیں نہیں کرتے۔ کبیرہ گناہ کی بات نہیں بلکہ وہ چھوٹے گناہوں سے بھی بچتے ہیں۔ پس ہمیں اس طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہئے کہ اپنے بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دیں۔ اُن کو وقت دیں۔ اُن کی پڑھائی کی طرف توجہ دیں۔ اُن کو جماعت کے ساتھ جوڑنے کی طرف توجہ دیں۔ اپنے گھروں میں ایسے ماحول پیدا کریں کہ بچوں کی نیک تربیت ہو رہی ہو۔ بچے معاشرے کا ایک اچھا حصہ بن کر ملک و قوم کی ترقی میں حصہ لینے والے بن سکیں۔ اُن کی بہترین پرورش اور تعلیم کی ذمہ داری بہر حال والدین پر ہے۔ پس والدین کو اپنی ترجیحات کے بجائے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ باپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بچوں کی تربیت کا کام صرف عورتوں کا ہے اور نہ مائیں صرف باپوں پر یہ ذمہ داری ڈال سکتی ہیں۔ یہ دونوں کا کام ہے اور بچے اُن لوگوں کے ہی صحیح پرورش پاتے ہیں جن کی پرورش میں ماں اور باپ دونوں کا حصہ ہو، دونوں اہم کردار ادا کر رہے ہوں۔ یہاں ان ملکوں میں دیکھ لیں، طلاقوں کی وجہ سے سنگل پیرنٹس (Single Parents) بچے کافی تعداد میں ہوتے ہیں اور وہ برباد ہو رہے ہوتے ہیں۔ جن سکولوں میں یہ پڑھ رہے ہوتے ہیں اُن سکولوں کی انتظامیہ بھی تنگ آئی ہوتی ہے۔ اُن سکولوں کے اردگرد کے ماحول میں پولیس بھی تنگ آئی ہوتی ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں میں اس قسم کے بچے ہی شامل ہوتے ہیں جو شروع سے ہی خراب ہو رہے ہوتے ہیں، جن کو ماں باپ کی صحیح توجہ نہیں مل رہی ہوتی۔ یہاں مَیں یہ قابلِ فکر بات بھی اس ضمن میں کہنا چاہوں گا کہ ہمارے ہاں بھی طلاقوں کا رجحان بہت زیادہ بڑھ رہا ہے۔ اس لئے بچے بھی برباد ہو رہے ہیں۔ بعض دفعہ شروع میں طلاقیں ہو جاتی ہیں اور بعض دفعہ بچوں کی پیدائش کے کئی سال بعد، تو ماں اور باپ دونوں کو اپنی اَناؤں اور ترجیحات کے بجائے بچوں کی خاطر قربانی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنی احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ تین (احکامات) بیان ہوئے ہیں، باقی انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان کروں گا۔

(خطبہ جمعہ 26/ جولائی 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

## شانِ احمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

زندگی بخش جامِ احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے

باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلامِ احمد ہے

ابنِ مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غُلامِ احمد ہے

(دافع البلاء صفحہ 20 مطبوعہ 1902ء)

# خلاصہ خطبہ جمعہ

## سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24/ جون 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

**مُنذر کو جب پیغام اسلام ملا تو اُس کا جواب یہ تھا۔ مَیں نے اِس امر کے سلسلہ میں غور وفکر کیا جو میرے ہاتھ میں ہے تو مَیں نے دیکھا کہ یہ دنیا کے لئے ہے، آخرت کے لئے نہیں۔ مَیں نے جب تمہارے دین کے بارہ میں غور وفکر کیا تو اِسے دنیا وآخرت دونوں کے لیے مفید پایا، لہٰذا دین کو قبول کرنے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی، اِس میں زندگی کی تمنا اور موت کی راحت ہے۔ کل مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہوتا تھا جو اِس کو قبول کرتے تھے اور آج اُن لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اِس کو ردّ کرتے ہیں۔ آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کی عظمت کا تقاضا ہے کہ آپؐ کی تعظیم و توقیر کی جائے**

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت بعد زمانہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں مرتد باغیوں کے خلاف مہمات کے تذکرہ کے تسلسل میں بر تفصیل ساتویں مہم ارشاد فرمایا! آپؓ نے ابوسعید حضرت خالدؓ بن سعید بن عاص کے لئے جھنڈا باندھا اور اُن کو شام کے سرحدی علاقہ حمقتین بھیجا۔

### آپؓ بہت ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے

اپنی ایک خواب کے نتیجہ میں بارشاد حضرت ابوبکرؓ آپؓ بخدمت آنحضرتؐ بمقام اَجیاد (جہاں آپؐ نے بکریاں چرائی تھیں) مکہ حاضر نیز مشرف بہ اسلام ہوئے، رسول اللہؐ اِس پر بہت خوش ہوئے۔ غزوۂ بدر میں شرکت سے محرومی پر آپؓ ہمیشہ متعصف رہے، اِس کے اظہار پر آنحضرتؐ نے فرمایا! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہو اور تم کو دو ہجرتوں کا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیباچہ تفسیر القرآن میں جو کاتبین وحی کے نام بیان فرمائے ہیں اِن میں آپؓ کا نام بھی ہے۔ آپؓ کو رسول اللہؐ نے یمن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا، آپؐ کی وفات تک اِسی منصب پر فائز رہے۔

### تاریخ طبری میں مرتدین کے خلاف بیان شدہ ساتویں مہم کی تفصیل

حضرت ابوبکرؓ نے برخلاف رائے حضرت عمرؓ آپؓ کو تیما میں امدادی دستہ پر متعین کر دیا، آپؓ نے تیما میں قیام کیا اور اطراف کی بہت سے جماعتیں اِن سے آملیں۔ رومیوں کو مسلمانوں کے اِس عظیم الشان لشکر کی خبر پہنچی تو اُنہوں نے اپنے زیر اثر عربوں سے جنگ شام کے لئے فوجیں طلب کیں، آپؓ نے اُن کی تیاری اور عرب قبائل کی آمد کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔ آپؓ نے جوابًا لکھا! تم پیش قدمی کرو، ذرّہ مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔ آپؓ یہ جواب ملتے ہی دشمن کی طرف بڑھے اور جب قریب پہنچے تو اُن پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب اپنی جگہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر اور بھاگ گئے، آپؓ دشمن کے مقام پر قابض ہو گئے، اکثر جو لوگ آپؓ کے پاس جمع تھے مسلمان ہو گئے۔

### آٹھویں مہم، حضرت طُریفہؓ بن حاجز کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم

حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا آپؓ کے لئے باندھا نیز بنو سُلَیم اور بنو ہَوَازِن کے مقابلہ کا حکم دیا، بمطابق ایک روایت حضرت ابوبکرؓ نے اوّل الذکر قبائل کے مقابلہ کے لئے حضرت معنؓ بن حاجز کو بھیجا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت طُریفہؓ بن حاجز کو سُلَیم کے اسلام پر قائم عربوں کا والی بنایا تھا۔ یہ مخلص اور جوشیلے کارکن تھے، اُنہوں نے ایسی مؤثر تقریریں کیں کہ بنو سُلَیم کے بہت سے عرب اُن سے آملے۔ بروایت حضرت عبداللہؓ بن ابوبکرؓ بنو سُلَیم کی یہ حالت تھی کہ بعد وفات نبی کریمؐ اُن میں سے بعض مرتد نیز کفر کی طرف لَوٹ گئے۔ جب حضرت خالدؓ بن ولید طُلَیحہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے معن کو لکھا! بنو سُلَیم میں سے جو ثابت قدم ہیں اُن کو ساتھ لے کر حضرت خالدؓ کے ساتھ جاؤ۔

### دشمن خدا فُجاءۃ (اِیاس بن عبداللہ)

اِس نے حضرت ابوبکرؓ سے مرتد کفار کے خلاف درخواست جہاد کی نیز سواری اور اسلحہ ملنے پر یہ وہاں سے چلا تو جو مسلمان یا مرتد سامنے آتا اُن کے اموال چھین لیتا اور جو انکار کرتا اُسے قتل کر دیتا، اِس کے ہمراہ بنو شَرید کا ایک شخص نجبہ بن ابو میثاء بھی تھا۔ اِس کی اطلاع ملنے پر حضرت ابوبکرؓ نے طُریفہؓ یا بعض کے مطابق یہ حکم آپؓ نے معنؓ بن حاجز کو بھیجا تھا جنہوں نے اپنے بھائی طُریفہ کو روانہ کیا تھا، مذکورہ بالا تناظر میں دشمن خدا فُجاءۃ کے متعلق تحریر فرمایا! تم اپنے پاس موجود مسلمانوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور اُسے قتل کر دو یا گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ حضرت طُریفہؓ، فُجاءۃ کے مقابلہ کے لئے گئے، پہلے صرف تیروں کے ذریعہ مقابلہ ہوا، ایک تیر نجبہ کو لگا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ مسلمانوں کی شجاعت اور ثابت قدمی دیکھ کر فُجاءۃ نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضرت طُریفہؓ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ جب دونوں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے حضرت طُریفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُس کو بقیع میں لے جاؤ اور آگ میں جلا ڈالو، یہ سلوک اِس لئے اُس سے کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا رہا تھا۔

### نویں مہم، حضرت عَلَاءؓ بن حضرمی کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم

حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ کو ایک جھنڈا نیز بحرین (کسریٰ بادشاہوں کے ماتحت شاہان حیرہ کی عمل داری میں جس کا دارالحکومت دارِین تھا) جانے کا حکم دیا، عہد نبویؐ میں یہاں مُنذر بن ساویٰ حکمران تھے جو حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

### دعوت اسلام کے آغاز میں مشرف بہ اسلام ہونے والے

یمنی علاقہ حضرموت سے تعلق رکھنے والے مستجاب الدعوات حضرت عَلَاء رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی عَمرو مشرکوں کا وہ پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا اور اِس کا مال وہ پہلا مال تھا جو بطور خُمس اسلام میں آیا، جنگِ بدر کے بنیادی اور فوری اسباب میں سے ایک سبب عَمرو کا قتل بھی تھا۔ جب رسول اللہؐ نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے تو مُنذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے پاس خط لے جانے کی خدمت حضرت عَلَاءؓ کے سپرد ہوئی، اِس کے بعد رسول اللہؐ نے آپؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرما دیا یہاں تک کہ متواتر اِسی خدمت پر مامور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

### قبول اسلام پر رسول اللہؐ نے مُنذر کو بدستور حاکم بحرین برقرار رکھا

بعد چند دن بر وفات رسول اللہؐ مُنذر کا بھی انتقال ہو گیا تو اِس پر عرب اور غیر عرب سب نے اعلان بغاوت کر دیا، ایرانی حکومت نے اُن کی حوصلہ افزائی نیز کمان ایک بڑے عرب لیڈر کو سونپ دی۔ کسریٰ نے مُنذر بن نعمان بن مُنذر الغرور کو بادشاہ مقرر کر کے ہمراہ قبیلہ بکر بن وائل بحرین جانے کا حکم دیا، اُس کے ساتھ بنو قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھنے والا مرتد ابوضبیعہ حُطم بن زید، ظبیان بن عَمرو اور مسمع بن مالک بھی تھے۔

### بنو عبد القیس کی شکست اور جواثا قلعہ میں محصوریت

بنو عبد القیس اور اُن کے سردار جارُودؓ بن مُعلّیٰ کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں ناکامی پر حُطم نے طاقت کے زور پر اُنہیں زیر کرنا چاہا۔ فریقین کے درمیان شدید جنگ و قتال ہوا، کئی دن تک جنگ جاری رہنے نیز اپنے کئی افراد کے قتل پر بنو عبد القیس نے بنو بکر بن وائل سے امن کی درخواست کی نیز شکست پر ہجر کی سرزمین میں جواثا (بحرین کی وہ بستی جہاں مسجد نبیؐ کے بعد سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا) نامی قلعہ میں محصور ہو گئے، خوراک اُن سے روک لی گئی۔ بنو بکر بن کلاب کے ایک شخص عبداللہ بن (حذف) عوف عبدی نے اُس موقع پر حضرت ابوبکرؓ و اہلیان مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے جن میں اپنی بے بسی اور بے چارگی نیز حوصلہ اور صبر کی کیفیت کا اظہار کیا۔ حالت کا علم ہونے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شدید غم پہنچا، آپؓ نے حضرت عَلَاءؓ کو طلب فرمایا اور کمان لشکر اُن کے سپرد کی، دو ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ بطرف بحرین عبد القیس کی مدد کے لئے روانگی کا حکم دیا نیز ہدایت فرمائی! قبائل عرب میں سے جس قبیلہ کے پاس سے تم گزرو تو اُسے بنو بکر بن وائل سے جنگ کی ترغیب دلانا، اُنہوں نے اللہ کے نور کو مٹانے کا ارادہ اور اولیاء اللہ کو قتل کیا ہے، پس تم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی نہ گناہ سے بچنے اور نہ نیکی کی طاقت ہے مگر اللہ کے ذریعہ، پڑھتے ہوئے روانہ ہو جاؤ۔

### اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی

آپؓ یمامہ کے قریب سے گزرے تو حضرت ثمامہؓ بن اُثال بنو حنیفہ کی ایک جماعت جبکہ قیسؓ بن عاصم اپنے قبیلہ بنو تمیم کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گئے۔ آپؓ اپنا لشکر براستہ دہناء بحرین لے کر چلے اور یہیں دوران پڑاؤ آپؓ کی دعا کے نتیجہ میں بصورت بھاگے ہوئے اونٹوں کی واپسی اور پانی کا چشمہ جاری ہونے، اللہ کی رحمت کے معجزہ کا ظہور ہوا۔ آپؓ نے تفصیل بخدمت حضرت ابوبکرؓ بجھواتے ہوئے درخواست کی کہ اللہ کی جناب میں دعا مانگئے اور اُس کے دین کے مددگاروں کے لئے نصرت طلب کی جئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، اُس سے دعا مانگی اور کہا! عرب ہمیشہ سے وادئ دہناء کے متعلق یہ بات بیان کرتے آئے ہیں، حضرت لقمانؑ سے جب اِس وادی کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا پانی کے لئے اِسے کھودا جائے یا نہیں تو اُنہوں نے اِسے کھودنے کی ممانعت کرتے ہوئے کہا! یہاں کبھی پانی نہیں نکلے گا۔ تو اِس وجہ سے یہاں چشمہ کا جاری ہو جانا اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے جس کا حال ہم نے پہلے کسی قوم میں نہیں سنا۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

# خطبہ جمعہ

**سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 03/جون 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے**

صحابہ کرامؓ نے اس معرکے میں انتہائی صبر و استقامت کا ایسا ثبوت دیا جس کی مثال نہیں ملتی اور برابر دشمن کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے خلاف فتح عطا فرمائی اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

جنگِ یمامہ کے حالات و واقعات کا تفصیلی بیان

مسیلمہ کذاب کے قتل کے واقعہ کا بیان

مخالفانہ حالات کے باعث پاکستان، الجزائر اور افغانستان کے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۥ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوری بعد منافقین سے، مخالفین سے جو لڑائیاں ہوئیں ان کا ذکر ہو رہا تھا اور اس سلسلہ میں

## حضرت خالد بن ولیدؓ کی مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کا ذکر

ہوا تھا۔ اس ضمن میں مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے علم برداروں کی بہادری کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیسؓ کے پاس تھا اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن خطابؓ کے پاس۔ حضرت زید بن خطابؓ نے لوگوں سے کہا۔ لوگو! مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاؤ، دشمن پر ٹوٹ پڑو اور آگے قدم بڑھاؤ۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم! مَیں اس وقت تک بات نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ انہیں شکست دے دے گا یا مَیں اللہ سے جاملوں گا اور دلیل کے ساتھ اس سے بات کروں گا۔ پھر آپؓ بھی شہید ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۳۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوتیلے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ شروع میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد آپ اور مَعْن بن عَدِی انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات کرائی تھی اور دونوں ہی یمامہ کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ جنگِ یمامہ میں حضرت خالدؓ نے جب لشکر کو ترتیب دیا تو ایک حصہ کا سپہ سالار حضرت زید بن خطابؓ کو بنایا اور اسی طرح اس جنگ میں مہاجرین کا پرچم بھی آپؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپؓ پرچم لیے آگے بڑھتے رہے اور بڑی بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے تو پرچم گر گیا۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما نے پرچم تھام لیا۔ اس معرکے میں زید رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کے دستِ راست اور ایک بہادر شہسوار جس کا نام رَجَّال بن عُنْفُوَہ تھا، اس کو قتل کیا اور آپؓ کو جس نے شہید کیا اس کو ابومریم حنفی کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اور ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ نے اسے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں زید رضی اللہ عنہ کو شرف بخشا اور ان کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہیں کیا۔ یعنی وہ شہادت کی موت پا گئے اور اگر اس وقت ان کے ہاتھوں مَیں مارا جاتا تو ذلت کی موت مرتا۔ اب مجھے اسلام کی توفیق مل گئی ہے۔

## حضرت عمر بن خطابؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جنگِ یمامہ میں شامل ہوئے تھے۔

وہ جب واپس مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ نے اپنے اس شہید ہونے والے بھائی کے غم میں ان کو کہا کہ جب تمہارے چچا زید شہید ہو گئے تو تم واپس کیوں آ گئے اور کیوں اپنا چہرہ مجھ سے چھپا نہ لیا؟ جب زیدؓ کے قتل کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: زیدؓ دو نیکیوں میں مجھ سے آگے نکل گیا تھا۔ یہ ذکر پہلے بھی ایک دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ مجھ سے پہلے اسلام قبول کیا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گئے۔ مالک بن نُوَیرہ کو جب حضرت خالدؓ نے قتل کر دیا تو اس کے بھائی مُتَمِّم بن نُوَیرہ نے اپنے بھائی مالک کے قتل پر اشعار کہے۔ اس کو اپنے بھائی سے بہت محبت تھی اور وہ اکثر ان کی جدائی میں روتا رہتا اور شعر کہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ سے اس کی ملاقات ہوئی اور اس نے بھائی کا مرثیہ حضرت عمرؓ کو سنایا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اگر مَیں شعر کہنا جانتا تو تمہاری طرح مَیں بھی اپنے بھائی زیدؓ کے لیے شعر کہتا۔ اس پر مُتَمِّم نے عرض کیا: اگر میرے بھائی کی موت ایسی ہوتی جیسی موت آپؓ کے بھائی کی ہوئی ہے یعنی شہادت کی موت تو مَیں کبھی بھی اپنے بھائی پر غمگین نہ ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

## جس خوبصورت انداز میں میرے بھائی کی تعزیت تم نے کی ہے اَور کسی نے نہیں کی۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب باد صبا چلتی ہے تو زیدؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے صفحہ 362-363 از علی محمد الصلابی الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۷ء)

(الاکتفاء جزء ۲ صفحہ ۱۱۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

بہرحال جنگ کا ذکر ہو رہا ہے۔ مسیلمہ کذّاب ابھی تک ثابت قدم تھا اور کافروں کی جنگ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ تجزیہ کیا کہ

## جب تک مسیلمہ کو قتل نہ کیا جائے گا جنگ ختم نہیں ہو گی

کیونکہ اگر کوئی بنو حنیفہ سے قتل ہوتا ہے تو اس کا ان پر یعنی مسیلمہ کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے حضرت خالدؓ اکیلے ان کے سامنے آئے اور ایک ایک کو انفرادی جنگ کی آواز لگائی اور اپنے شعار کا نعرہ لگایا۔

## مسلمانوں کا شعار یَا مُحَمَّدَاہ! تھا۔

پس جو بھی مقابلے کے لیے نکلا حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر مسلمانوں نے بڑے جوش سے

جنگ کی۔

## حضرت خالدؓ نے مسیلمہ کو مقابلے کے لیے آواز دی۔ اس نے قبول کر لی تو حضرت خالدؓ نے اس پر اس کی خواہش کے مطابق چند چیزیں پیش کیں۔ پھر حضرت خالدؓ اس پر حملہ آور ہوئے تو وہ بھاگ گیا

اور اس کے ساتھی بھی بھاگ گئے تو حضرت خالدؓ نے لوگوں کو، مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ خبردار! اب کوتاہی نہ کرنا۔ آگے بڑھو اور کسی کو بچ کر جانے نہ دو۔ اس پر مسلمان ان پر چڑھ دوڑے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مسیلمہ واھل الیمامۃ جلد۲ صفحہ۲۲۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

صحابہ کرامؓ نے اس معرکے میں انتہائی صبر و استقامت کا ایسا ثبوت دیا جس کی مثال نہیں ملتی اور برابر دشمن کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے خلاف فتح عطا فرمائی اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، انہیں قتل کرتے رہے اور تلواریں ان کی گردنوں پر چلاتے رہے یہاں تک کہ انہیں ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بنو حنیفہ کے ایک سردار مُحکَّم بن طُفیل نے بھاگتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! اس باغ میں داخل ہو جاؤ۔ یہ بہت وسیع باغ تھا جس کے گرد دیواریں تھیں۔ محکم بن طفیل نے بنو حنیفہ کا تعاقب کرنے والے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ باغ میدانِ جنگ کے قریب ہی تھا اور مسیلمہ کی ملکیت تھا۔ اس باغ کو حدیقۃ الرحمان کہا جاتا تھا، جس طرح مسیلمہ کو رحمان الیمامہ کہا جاتا تھا لیکن اس جنگ کے دوران اس باغ میں کثرت سے دشمنوں کے مارے جانے کی وجہ سے اس باغ کو حدیقۃ الموت یعنی موت کا باغ کہا جانے لگا۔ مسیلمہ کذاب بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس باغ میں چلا گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے دیکھا کہ بنو حنیفہ کا ایک سردار محکِّم خطاب کر رہا ہے۔ انہوں نے اس پر تیر چلا کر اس کو قتل کر دیا۔ بنو حنیفہ نے باغ کا دروازہ بند کر دیا اور صحابہ نے چاروں طرف سے اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔

مسلمان کوئی جگہ تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح اس باغ کے اندر جایا جا سکے لیکن یہ قلعہ نما باغ تھا۔ باوجود تلاش کے اس کے اندر جانے کی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ آخر حضرت بَرَاء بن مالکؓ جو حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ نے غزوۂ اُحد اور خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ بہت بہادر تھے۔ آپؓ نے کہا کہ

## مسلمانو! اب صرف ایک طریقہ ہے کہ تم مجھے اٹھا کر باغ میں پھینک دو، مَیں اندر جا کر دروازہ کھول دوں گا

مگر مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ان کا ایک عالی مرتبہ ساتھی ہزاروں دشمنوں کے درمیان اپنی جان گنوا دے۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن حضرت براء بن مالکؓ نے اصرار کرنا شروع کیا اور کہا مَیں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے باغ میں دیوار کے اندر کی طرف پھینک دو۔ آخر مجبور ہو کر مسلمانوں نے انہیں باغ کی دیوار پر چڑھا دیا۔ دیوار پر چڑھ کر جب حضرت براء بن مالک نے دشمن کی بڑی تعداد کو دیکھا تو ایک لمحے کے لیے رکے لیکن پھر اللہ کا نام لے کر باغ کے دروازے کے سامنے کود پڑے اور دشمنوں سے لڑتے اور قتل کرتے دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ آخرکار آپ دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور باغ کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان باہر دروازہ کھلنے ہی کے منتظر تھے۔ جونہی دروازہ کھلا وہ باغ میں داخل ہو گئے اور دشمنوں کو قتل کرنے لگے۔ بنو حنیفہ مسلمانوں کے سامنے سے بھاگنے لگے لیکن وہ باغ سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف حضرت براء بن مالکؓ نے نہیں بلکہ اَور بھی کئی مسلمانوں نے دیوار پھلانگ کر دروازے کا رخ کیا تھا۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 200-201)

(البدایۃ والنھایۃ جلد۳ جزء۶ صفحہ۳۲۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

(البدایۃ والنھایۃ جلد۷، صفحہ۲۵۶ دار ھجر ۱۹۹۸ء)

(معجم البلدان جلد۲ صفحہ۲۶۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۳۶۳-۳۶۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۶ء)

مسلمان مرتدین سے قتال کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب تک پہنچ گئے۔ وہ ایک دیوار کے شگاف میں کھڑا ہوا تھا جیسے خاکستری رنگ کا اونٹ ہو۔ وہ بچاؤ کے لیے اس دیوار پر چڑھنا چاہتا تھا اور غصہ سے پاگل ہو چکا تھا۔ وَحْشِی بن حَرْب جنہوں نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کی طرف بڑھے اور آپؓ نے اپنا وہی برچھا جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کی طرف پھینکا اور وہ اسے جالگا اور دوسری طرف سے پار ہو گیا۔ پھر جلدی سے اَبُودُجَانہ سِمَاک بن خَرَشَہؓ اس کی طرف بڑھے۔ اس پر تلوار چلائی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ قلعہ سے ایک عورت نے آواز دی۔ ہائے حسینوں کے امیر کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا۔

(البدایہ والنھایہ جلد ۳ جزء ۶ صفحہ۳۲۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ۵۲۸ دارالکتب العلمیۃ ۲۰۰۱ء)

## مسیلمہ کذاب کو کس نے جہنم رسید کیا؟

بلاذُری کا بیان ہے کہ قبیلہ بنو عامر کا کہنا ہے کہ ان کے قبیلے کے ایک فرد خِدَاش بن بَشِیر نے قتل کیا۔ ایک روایت ہے کہ انصار کے قبیلہ خزرج کے عبداللہ بن زید نے قتل کیا۔ بعض نے کہا کہ حضرت اَبُودُجَانہؓ نے قتل کیا۔ معاویہ بن ابوسفیان کا کہنا تھا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا تھا۔ بعض کے نزدیک ہو سکتا ہے کہ سب اس کے قتل میں شریک ہوں۔ بعض کتب میں جس میں طبری بھی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ کو ایک انصاری اور وَحْشِی نے مشترکہ طور پر قتل کیا تھا۔

(الصدیق، از پروفیسر علی محسن صدیقی، صفحہ 102-103)

وَحْشِی بن حَرْبؓ مسیلمہ کو قتل کرنے کا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کے بعد جب لوگ لوٹے تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹا اور میں مکہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور اس میں اسلام پھیلا تو میں طائف کی طرف بھاگ گیا۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایلچی بھیجے اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایلچیوں سے تعرُّض نہیں کرتے۔ انہوں نے یعنی وَحْشی نے کہا کہ میں بھی ان کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کیا تم وَحْشِی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے حمزہؓ کو کیسے قتل کیا تھا۔ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل سے آگاہ کیا۔ جب مَیں نے بات ختم کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟ وَحْشِی کہتے ہیں کہ مَیں وہاں سے نکل گیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور مسیلمہ کذاب نے بغاوت کی تو مَیں نے کہا: مَیں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا تا کہ مَیں اسے قتل کروں تا کہ اس کے ذریعہ سے حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کا کفارہ ادا کر سکوں۔ بہرحال یہ کہتے ہیں کہ مَیں بھی لوگوں کے ساتھ اس جنگ میں نکلا۔ پھر اس کا حال ہوا جو ہوا۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گندمی رنگ کا اونٹ ہے۔ سر کے بال پراگندہ ہیں۔ مَیں نے اس کو اپنا برچھا مارا اور اسے اس کی چھاتیوں کے درمیان مارا یہاں تک کہ وہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گیا۔ بہرحال یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انصار میں سے ایک شخص اس کی طرف لپکا اور اس کی کھوپڑی پر تلوار کی ضرب لگائی۔ راوی سلیمان بن یَسَار نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ جب مسیلمہ مارا گیا تو ایک لڑکی جو اس گھر کی چھت پر تھی بولی۔ امیر المومنین یعنی مسیلمہ کو کالے غلام نے مار ڈالا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

وَحْشِی کہتے ہیں کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں یعنی انصاری صحابی اور حضرت وَحْشِی میں سے کس نے مسیلمہ کو قتل کیا لیکن اگر میں نے ہی اسے مارا ہے تو

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص یعنی حضرت حمزہؓ کے قتل کا ارتکاب بھی مَیں نے کیا تھا اور سب سے بدترین شخص کو بھی مَیں نے ہی مارا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۵۲۸، تحریض ھند والنسوۃ معھا، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل حمزۃ بن عبد المطلب روایت نمبر ۴۰۷۲)

صحیح بخاری کی روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وَحْشِی کو جو یہ فرمایا تھا کہ ”کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟“ اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ”وَحْشِی میں جو تبدیلی پیدا ہوئی وہ ان کے اخلاص پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ

کسی طرح اپنی غلطی کا کفارہ دیں۔ چنانچہ یمامہ کی ہولناک جنگ میں اپنی یہ خواہش اور نذر پوری کر کے سرخرو ہوئے۔ ’’ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ‘‘ کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟‘‘ بہت

## بلند اخلاق کے آئینہ دار

ہیں‘‘ یہ الفاظ۔ ’’وَحشیؓ سے خواہش کا اظہار کیا کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو۔ یہ لب ولہجہ آمرانہ نہیں بلکہ التماس کا لب ولہجہ ہے اور اس سے اس محبت وعزت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت حمزہؓ کے لئے آپ کے دل میں تھی۔ ایک منتقم مزاج انتقام لے کر دل ٹھنڈا کر سکتا تھا مگر آپ نے عفو سے کام لیا۔ صرف اتنا چاہا کہ وہ آپ کے سامنے نہ آئے تا حضرت حمزہؓ کی دردناک شہادت کی یاد سے آپ کے دل کو ٹھیس نہ پہنچے۔‘‘

(صحیح البخاری مترجم از زین العابدین صاحب جلد 8 صفحہ 198-199)

اسی

## جنگِ یمامہ کی تفصیل

ایک اَور جگہ بیان ہوئی ہے جس میں مسلمانوں کی طرف سے جرأت اور دلیری کا ذکر اس طرح بیان ہوا ہے کہ دونوں گروہوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی یہاں تک کہ دونوں گروہوں کے بہت سے لوگ قتل اور زخمی ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے مالک بن اوس شہید ہوئے۔ مسلمانوں میں سے حفاظ قرآن بھی کثرت سے شہید ہو گئے۔ دونوں لشکروں میں گھمسان کا رن پڑا یہاں تک کہ مسلمان مسیلمہ کے لشکر میں اور مسیلمہ کا لشکر مسلمانوں کے لشکر سے جاملا۔ جب مسلمان ہٹتے تو وہ لوگ آگے بڑھتے تا کہ مُجّاعَہ تک پہنچ سکیں۔ سالم مولیٰ ابوحذیفہ نے اپنی نصف پنڈلیوں تک گڑھا کھودا۔ ان کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا اور ثابت نے بھی اسی طرح کا گڑھا اپنے لیے کھودا۔ پھر ان دونوں نے اپنے جھنڈوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور لوگ ہر طرف پراگندہ ہو گئے تھے۔ یعنی گڑھا کھود کے اس میں خود کھڑے ہو گئے اور جھنڈے اپنے ساتھ لگا لیے جبکہ سالمؓ اور ثابتؓ اپنے جھنڈوں کے ساتھ قائم رہے یہاں تک کہ سالم شہید ہو گئے اور ابوحذیفہؓ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت ابوحذیفہؓ کا سر سالمؓ کے قدموں میں تھا اور سالم رضی اللہ عنہ کا سر حضرت ابوحذیفہؓ کے قدموں میں تھا۔ جب سالمؓ شہید ہو گئے تو جھنڈا کچھ دیر اسی طرح پڑا رہا۔ کسی نے اسے اٹھایا نہیں۔ پھر یزید بن قیسؓ نے جو بدری صحابی تھے وہ آگے بڑھے اور انہوں نے اس جھنڈے کو اٹھا لیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر حکم بن سعید بن عاص نے اس جھنڈے کو اٹھایا اور اس کی حفاظت میں سارا دن لڑتے رہے۔ پھر وہ بھی شہید ہو گئے۔ وَحشیؓ کہتے ہیں کہ شدید لڑائی ہوئی۔ تین مرتبہ مسلمانوں کے قدم اکھڑے۔ چوتھی مرتبہ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور ان کے قدم جم گئے اور وہ تلواروں کے سامنے ڈٹ گئے۔ بنوحنیفہ اور ان کی تلواریں ایک دوسرے پر پڑنے لگیں یہاں تک کہ مَیں نے آگ کی چنگاریاں ان میں سے نکلتی ہوئی دیکھیں اور ان کی گھنٹی کی طرح کی آوازیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی مدد نازل کی اور بنی حنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی اور اللہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس روز اپنی تلوار خوب چلائی یہاں تک کہ وہ تلوار میرے ہاتھ میں دستے تک خون سے بھر گئی۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمارؓ کو ایک چٹان پر چڑھے ہوئے دیکھا، وہ پکار رہے تھے کہ

## اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟

## مَیں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ مَیں دیکھ رہا تھا کہ ان کا کان کٹ کر لٹک رہا تھا۔ اَبُوخَیْثَمَہ نَجَّارِی کہتے ہیں جب مسلمان جنگِ یمامہ کے دن پراگندہ ہو گئے تو مَیں ایک طرف ہٹ گیا اور میری آنکھوں کے سامنے یہ منظر ہے کہ مَیں اس دن حضرت اَبُودُجانہؓ کو دیکھ رہا تھا۔ ان کا نام سِماک بن خَرَشَہ تھا اور ابودجانہ کی کنیت سے معروف تھے۔ یہ وہ مشہور صحابی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر کہا: اس کا حق کون ادا کرتا ہے؟ اَبُودُجانہ بولے میں ادا کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ تلوار عنایت فرمائی اور بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے دریافت کیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا۔ حضرت اَبُودُجانہؓ نے حسبِ معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور فخریہ انداز سے اکڑتے ہوئے صفوں کے درمیان آ کر کھڑے ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں۔ معرکہ کارزار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور بہت سے کافر قتل کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے لیکن میدان سے نہیں ہٹے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا یہ پچھلا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بہرحال جنگِ یمامہ کے واقعہ میں بیان ہے کہ اس میں اَبُودُجانہ پر بنوحنیفہ کے ایک گروہ نے حملہ کیا۔ اب یمامہ میں کیا ہوا۔ ان کے بارے میں لکھا ہے ان پر ایک گروہ نے حملہ کیا تو آپؓ اپنے سامنے بھی تلوار چلاتے، اپنے دائیں بھی تلوار چلاتے اور اپنے بائیں بھی تلوار چلاتے۔ آپؓ نے ایک شخص پر حملہ کیا اور اسے زمین پر گرا دیا۔ آپؓ کوئی بات نہیں کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ گروہ آپ سے دُور ہو گیا اور واپس چلا گیا اور مسلمان قریب آ گئے۔ بنوحنیفہ شکست کھا کر باغ کی طرف بھاگے۔ مسلمان ان کے پیچھے بھاگے اور انہیں باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں نے باغ کے دروازے بند کر لیے تو حضرت اَبُودُجانہؓ نے کہا مجھے ڈھال میں ڈال کر پھینک دو تا کہ مَیں اندر جا کر باغ کا دروازہ کھول سکوں۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور آپؓ باغ میں پہنچ گئے۔ آپؓ کہہ رہے تھے تمہارا بھاگنا تمہیں ہم سے بچا نہیں سکتا۔ آپؓ نے ان کے ساتھ سخت جنگ کی یہاں تک کہ دروازہ کھول دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس باغ میں اس وقت داخل ہوئے جب آپؓ شہید ہو چکے تھے۔ ایک اَور روایت کے مطابق بَرَاء بن مالک کو باغ میں پھینکا گیا تھا لیکن پہلی روایت جو براء بن مالک والی ہے وہ زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

(الاکتفاء جزء ۲ صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل ابی دجانة...... حدیث ۶۳۵۳)

(کنز العمال جزء ۴ صفحہ ۳۳۹ حدیث ۱۰۷۹۲ موسسة الرسالة بیروت ۱۹۸۵ء)

اس کی تفصیل بھی ہے۔ بہرحال باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت میں

## پاکستان کے لیے دعا کے لیے بھی کہنا چاہتا ہوں۔

## احمدیوں کے لیے خاص طور پر دعا کریں۔

پاکستان کے حالات عمومی طور پر جو بگڑ رہے ہیں وہ تو ہیں۔ ایسے حالات میں پھر احمدیوں کی طرف بھی ان کی توجہ ہو جاتی ہے۔ مخالفت بڑھ رہی ہے۔ پرانی قبریں اکھیڑنے کی طرف سے بھی انہوں نے گریز نہیں کیا۔

## انتہائی بدطینت قسم کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کرے۔

اسی طرح الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں وہ بھی آج کل مشکلات میں گرفتار ہیں۔ افغانستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب پر اپنا فضل نازل فرمائے۔

اس وقت میں

## چند مرحومین کا ذکر

کرنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد پھر ان کی نماز جنازہ بھی نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ اس میں پہلا ذکر

## مکرم نسیم مہدی صاحب مبلغ سلسلہ

کا ہے جو مکرم مولانا احمد خان نسیم صاحب کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی انہتر سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ موصی بھی تھے۔ ان کی دو شادیاں تھیں۔ پہلی بیوی وفات پا گئی تھیں۔ پسماندگان میں اب ان کی دوسری اہلیہ اور دونوں بیویوں سے دو دو بیٹے اور ایک ایک بیٹی شامل ہیں۔ یہ 1976ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ ہوئے تھے۔ پھر اصلاح وارشاد مقامی میں ان کو خدمت کا موقع ملا۔ پھر 77ء میں ان کو بطور مبلغ سوئٹزرلینڈ بھجوایا گیا۔ وہاں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ 84ء میں ان کو نائب وکیل التبشیر مقرر کیا گیا۔ چند ماہ یہ بطور قائم مقام وکیل التبشیر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔

1984ء میں دسمبر میں یہ یہاں لندن آئے تو یہاں پر پرائیویٹ سیکرٹری لندن کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ پھر چند مہینے بعد یہ 85ء میں لندن سے ہی کینیڈا روانہ ہو گئے۔ 85ء سے 2008ء تک بطور مبلغ اور بعد ازاں مبلغ انچارج کینیڈا خدمت کی توفیق پائی۔ اس عرصہ میں یہ کینیڈا کے امیر بھی رہے۔ 2009ء سے 16ء تک مبلغ انچارج امریکہ خدمت کی توفیق ملی۔ پھر یہ بیمار ہو گئے تھے۔ ان کا تقرر پھر دوبارہ سوئٹزر لینڈ میں ہوا لیکن انہوں نے لکھا کہ ڈاکٹر نے مجھے صحت کی خرابی کی وجہ سے کہا ہے کہ میں مزید زیادہ بوجھ والا کام نہیں کرسکتا تو انہوں نے غیرمعینہ مدت کی رخصت لے لی۔ بہرحال ان کو پھر مَیں نے لکھا تھا کہ اگر ایسی حالت ہے اور ڈاکٹر کہتا ہے تو اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ جب ٹھیک ہو جائیں تو بتا دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ پھر آپ سے خدمت لی جائے گی لیکن بہرحال بیماری ان کی بڑھتی رہی۔

جیسا کہ مَیں نے کہا 1985ء میں یہ کینیڈا گئے تھے۔ 1986ء میں مشن ہاؤس بیت الاسلام کے لیے 24 ایکڑ زمین خریدی گئی اور اس کو پھر وہاں آباد بھی کیا گیا۔ ان کے وقت میں بہت سے احمدی کینیڈا میں آ کر آباد ہوئے اور انہوں نے ان لوگوں کی بڑی مدد کی۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی ان کے ممنون احسان ہیں۔ چندہ اور تجنید کے سسٹم کو انہوں نے کمپیوٹرائزڈ کروایا۔ ٹورانٹو اور کیلگری میں دو بڑی مساجد کی تعمیر کی گئی اور دیگر جماعتوں میں بھی سینٹر قائم کیے گئے۔ میرا خیال ہے شاید وینکوور کی مسجد بھی ان کے زمانے میں بنی تھی۔ بہرحال یہ دو بڑی مساجد تو ہیں۔ 2003ء میں ان کے وقت میں ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ احمدیہ کینیڈا کا قیام ہوا۔ ایم ٹی اے نارتھ امریکہ سٹیشن کے قائم کرنے میں بھی آپ نے بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے یہ سب کام قبول فرمائے۔

ان کی اہلیہ امۃ النصیر صاحبہ لکھتی ہیں کہ نسیم مہدی صاحب کو ازدواجی زندگی کے 26 سال میں جو مَیں نے دیکھا کہ ہر دکھ درد میں ان کو اپنا ساتھی پایا۔ بڑے پیار کرنے والے، عزت کرنے والے شوہر تھے۔ شفیق باپ تھے۔ جاں نثار بھائی تھے۔ انسانیت کا درد رکھنے والے تھے۔ خلافت کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ پر مکمل توکل رکھنے والے تھے۔ نیک انسان تھے۔ ان کی اہلیہ نے پھر مزید یہی بیان کیا ہے کہ لوگوں کی بڑی بے لوث خدمت کرنے والے تھے اور دوسروں سے محبت کے ساتھ پیش آنا اور جماعت کے خلاف نہ کوئی بات سنتے تھے نہ کسی کو کرنے دیتے تھے اور نہ ان کے سامنے کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ اور بہت زیادہ مہمان نوازی تھی۔ درود شریف پڑھنے کی طرف بہت توجہ رہتی تھی۔ کہتی ہیں جب عمرے پر گئے تو مَیں نے پوچھا کہ کیا دعائیں کیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں نے تو وہاں صرف درود شریف پڑھا ہے۔

ان کی بیٹی سعدیہ مہدی کہتی ہیں کہ میرے والد بہت دعا گو شخصیت کے مالک تھے۔ کہتی ہیں: جب میں کبھی دعا کے لیے کہتی تو مجھے کہتے کہ درود شریف پڑھا کرو۔ جب بھی کسی معاملے میں دعا کے لیے کہا تو ہمیشہ درود شریف پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔ مَیں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ ہر بات پر یہی کہتے ہیں کہ درود شریف پڑھا کرو تو کہتے کہ درود شریف پڑھو اور سمجھاتے کہ سب سے بڑی دعا درود شریف ہی ہے۔ اگر یہ قبول ہوگئی تو سب دعائیں پوری ہو جائیں گی۔

پھر عصمت شریف صاحبہ ہیں، کہتی ہیں کہ مہدی صاحب میرے بہنوئی تھے۔ ان کو بائیس سال بہت قریب سے دیکھا۔ بے حد شفیق، بے حد خیال رکھنے والے، بہت محبت سے پیش آنے والے۔ خلیفۂ وقت سے بھی بے انتہا عقیدت رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی ہمشیرہ کہتی ہیں کہ جب آپ سوئٹزرلینڈ میں مربی سلسلہ تھے تو اس وقت ایک سوئس لڑکی جو احمدی ہوگئی تھی وہ جلسہ سالانہ پر ربوہ آئی اور ربوہ میں ہمارے گھر آئی کہ مَیں نے نسیم مہدی صاحب کی والدہ سے ملنا ہے اور کہتی ہیں میری خواہش ہے کہ مَیں اس ماں سے ملوں جس کا بیٹا اتنا ذہین ہے، جس نے اتنے تھوڑے عرصہ میں اتنی زبانوں پر عبور حاصل کرلیا اور بغیر کسی جھجھک کے وہ تبلیغ کے کاموں میں مصروف ہے اور بڑی روانی سے ہر موضوع پر بات کر لیتا ہے۔

ان کی بہو کہتی ہیں کہ ہمیشہ ہمیں درود شریف کی اہمیت اور اس کے سہارے سے دعاؤں کی قبولیت کی اہمیت کے بارے میں بتاتے۔ انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ میں ایئر پورٹ کی لائن میں کھڑا ہوا اور خیال ہوا کہ ان کے پاسپورٹ کی مدت ختم ہوچکی ہے تو فوراً ہی درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور لائن میں اسی طرح لگے رہے۔ کاؤنٹر میں موجود شخص نے پاسپورٹ کو دیکھا بھی نہیں اور اسی طرح آگے گزار دیا۔

ان کے داماد لکھتے ہیں کہ جب سے میری شادی ہوئی آپ سے بہت ہی پیار اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر دیتے۔ فجر کی نماز کے بعد میرے ساتھ بیٹھ جاتے اور قرآن پاک کی کوئی آیت یا واقعہ سناتے۔ پھر اس کی تفسیر پیش کرتے اور یوں بڑے لطیف انداز میں ہماری تربیت کرتے۔

ان کی بیٹی نوال مہدی کہتی ہیں کہ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ آپ کو قرآن کریم کی طرف بہت توجہ اور شوق تھا۔ قرآن کے بڑے سچے عاشق تھے اور ہمیں بھی کہتے تھے کہ غور سے مطالعہ کیا کرو۔ اس کے معانی اور مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرو تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے نظر آئیں گے اور قرآن کریم پڑھنے کا سرور بھی ملنا شروع ہو جائے گا۔ کہتی ہیں بڑی باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھنے والے تھے۔ قیام اور رکوع اور سجدہ طویل ہوتا تھا۔ ان کی نمازوں میں بڑی رقت اور گداز ہوتی تھی۔ رمضان المبارک میں قرآن کریم کے درس دینے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ بڑی محنت سے درس تیار کرتے تھے۔ یہ اَور لوگوں نے بھی لکھا ہے۔ قرآن کریم کے مشکل الفاظ کے معنی اور مطالب بیان کرتے تھے اور اس سے ملتے جلتے الفاظ کا ذکر کرتے جس سے لوگوں کو آسانی سے سمجھ آ جاتی۔

امیر جماعت کینیڈا لال خان صاحب کہتے ہیں کہ سابق امیر اور مشنری انچارج کینیڈا کے ساتھ مَیں نے 1987ء سے لے کر ایک لمبا عرصہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑے اوصاف سے نوازا تھا اور وہ جو خصوصیات تھیں ان کو جماعت کی خدمت میں انہوں نے استعمال کیا۔ انہیں دوست بنانے اور دوستی نبھانے اور ان روابط کو جماعت کے مفاد میں استعمال کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ کینیڈین سوسائٹی کے متعدد شعبوں کے عمائد سے انہوں نے ذاتی تعلق پیدا کیے اور ان کو جماعت سے متعارف کروایا۔ ماشاء اللہ یہ ملکہ بھی ان میں خوب تھا اور جن سے بھی تعلق قائم کیا بڑا اچھا اور گہرا تعلق تھا اور دوسروں نے بھی اس تعلق کو نبھایا۔ ان کی وفات پر بھی اسی طرح غیروں نے بہت زیادہ تعزیت کی ہے۔ پھر یہ لال خان صاحب لکھتے ہیں کہ پاکستان اور دوسرے ممالک سے آنے والے افراد اور خاندانوں کی راہنمائی اور امداد کی ذمہ داری کی توفیق اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی۔ پھر کہتے ہیں کہ مجلس عاملہ کے اراکین سے ان کا رابطہ دوستوں کی طرح رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے ان کی امارت میں تقریباً بیس سال خدمت کی توفیق ملی۔ اس دوران میں مجھے انہوں نے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ ان کے امیر ہونے کے باعث میں ان کا ماتحت ہوں بلکہ ان کا رویہ مجھ سے ایک دوست والا رہا ہے۔

پھر ڈاکٹر اسلم داؤد صاحب کہتے ہیں کہ نسیم مہدی صاحب کو آرڈر آف اونٹاریو کا تمغہ 2009ء میں ملا جو کہ صوبے کا سب سے معزز اعزاز ہے جو کسی شہری کو دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایوارڈ کسی بھی فیلڈ میں کامیابی اور اعلیٰ خدمات بجالانے پر دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب ان کی تقرری امریکہ میں ہوئی تو ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر میری ان سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ تم جس پوزیشن میں اب ہو تم جتنی زیادہ لوگوں کی خدمت کر سکتے ہو کرو۔ جب بھی کوئی فرد جماعت تمہارے پاس آئے تو اس کی مدد کرو اور کبھی نہ دھتکارنا۔ جو کچھ ان کے لیے کر سکتے ہو کرو اور یہ بھی بتایا کہ لوگ بعض دفعہ صحیح طرح بات نہیں کرتے تو پوشیدہ طور پہ بھی ان کا پتا کر کے ان کی مدد کرنی چاہیے۔ کہتے ہیں میں نے انہیں ہمیشہ ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ہمیشہ ایسے رنگ میں پردہ داری کرتے ہوئے مدد کرتے تھے کہ ضرورت مند کسی طرح بھی شرمندہ نہ ہو۔

شکور صاحب مربی سلسلہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ان کی بہت ساری باتوں میں سے ایک نصیحت جو میرے ذہن نشین ہوگئی وہ یہ ہے کہ کہتے ہیں میں جامعہ کے ابتدائی سالوں میں شاید درجہ ثانیہ میں تھا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز پر چپل پہن کے مسجد میں آ گیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ واقفین سلسلہ کو تمام حالات کے لیے تیاری کر کے گھر سے نکلنا چاہیے تا کہ اگر کبھی کوئی حکم مل جائے تو فوری طور پر وہیں سے اس کو بجالانے کے لیے تم لوگ تیار ہو کے چلے جاؤ۔ یہ نہ ہو کہ کہو مَیں گھر جا کے تیار ہو کے آتا ہوں۔ ذہنی کے علاوہ جسمانی طور پر بھی ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔

اسی طرح فراست عمر مربی سلسلہ امریکہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب میرا جامعہ کا انٹرویو ہوا تو مہدی صاحب نے ایک سوال پوچھا کہ اگر بطور مشنری افریقہ بھیجا جائے اور وہاں مخالفت ہو جائے مقامی لوگوں کی طرف سے تو کس سے پہلے رابطہ کرو گے اپنی والدہ سے یا خلیفۃ المسیح سے؟ تو کہتے ہیں مَیں نے سوچنے کے بعد کہا خلیفۃ المسیح سے۔ اس پر مہدی صاحب نے کہا کہ اسی بنیاد پر میں تمہاری سفارش کر رہا ہوں کہ تمہیں داخلہ

دیا جائے اور یہی صحیح جواب ہے۔

کرنل دلدار صاحب سیکرٹری مشن ہاؤس ہیں۔ کہتے ہیں کہ نسیم مہدی صاحب میں خلفاء کی اطاعت کا جذبہ نمایاں پایا جاتا تھا۔ ان کے کارناموں میں ایک 'پیس ولیج' کا قیام ہے۔ یہ اس طرح معرض وجود میں آیا کہ جس زمانے میں کینیڈا کا جلسہ سالانہ مسجد بیت الاسلام کے ساتھ میدان میں ہوتا تھا، اس وقت ساتھ والے قطعہ زرعی زمین کی مالکہ جلسہ کے موقع پر ہر سال شکایت کرتی کہ ان کے جلسہ کے شور سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے اور ان کے لنگر کی بُو میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ بہرحال کچھ عرصہ بعد جب حکومت نے اس زرعی زمین کی زوننگ (Zoning) کی اور اس کو رہائشی زون میں تبدیل کر دیا تو پھر نسیم مہدی صاحب کو فکر ہوئی کہ یہ ایک مالکہ ہمیں پریشان کر رہی تھی اب تو کئی مالک بن جائیں گے، کئی گھروں کے مکین آ جائیں گے تو بڑا مشکل ہو جائے گا۔ اس پر انہوں نے عید کے موقع پر احباب جماعت میں سکیم پیش کی کہ کیوں نہ یہاں سارے احمدی گھر بنا لیں اور یہ جگہ احمدی لوگ خرید لیں۔ چنانچہ احباب جماعت نے اس تحریک پر لبیک کہا اور اللہ کے فضل سے پھر پیس ولیج کا قیام عمل میں آیا۔

ذیشان گورائیہ صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ کہتے ہیں بے شمار نوجوانوں نے ان سے تربیت حاصل کی اور آج اس تربیت کے نتیجہ میں ہم لوگ دنیا کے مختلف ممالک میں بطور مربی سلسلہ جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کی تربیت کی وجہ سے ہم نے خلافت سے محبت کرنا سیکھا اور اطاعت کی روح کو اپنے اندر نشوونما پاتے دیکھا۔

اسی طرح آصف خان صاحب کینیڈا کے سیکرٹری امور خارجہ ہیں، کہتے ہیں مَیں تیرہ سال کی عمر میں وان (Vaughan) میں آیا تھا۔ اس وقت مشن ہاؤس کے آس پاس کچھ درجن بھر احمدی تھے۔ میرا اس وقت جماعتی علم بہت کم تھا۔ مہدی صاحب نے مجھ سے اپنے بیٹے کی طرح سلوک کیا، میرے استاد بن گئے۔ باسکٹ بال کھیلتے اور ہمیں جماعتی تعلیم دیتے۔ میں نے ہوش سنبھالی تو مجھے مختلف سیاستدانوں سے رابطہ کرنے کے لیے جماعتی کام دیتے۔ اور اسی طرح آج بھی اللہ کے فضل سے یہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں مَیں نے سب تربیت ان سے حاصل کی۔

مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت امریکہ کہتے ہیں کہ 2016ء میں بطور مشنری انچارج اور نائب امیر جماعت امریکہ ان کو خدمت کی توفیق ملی اور امریکہ میں انہوں نے بڑا اچھا کام کیا۔ دورہ جات کیے۔ مختلف سٹیٹس میں دورہ جات پر گئے، تبلیغ کے کام کو مؤثر طور پر شروع کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران مرحوم کو میڈیا اور مختلف کمپینز (campaigns) کے ذریعہ اسلام احمدیت کا پیغام امریکہ میں پھیلانے کی توفیق ملتی رہی۔ پھر میکسیکو میں جماعت کے قیام کے بارے میں مرکز کی ہدایت کی روشنی میں وہاں مشن ہاؤس قائم کرنے کے سلسلہ میں ان کو توفیق ملی۔ سیکرٹری تبلیغ امریکہ وسیم سید صاحب کہتے ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ پیار اور محبت کا تعلق قائم کرنے والے تھے۔ اس میں پہل کرتے تھے اور خدمتِ اسلام میں ہر ایک کو ساتھ لگانے کا طریق آتا تھا۔ امریکہ آنے کے بعد مرحوم نے 11/ستمبر کی مناسبت سے ہر سال منعقد ہونے والی تقریبات کو اسلام کی تعلیمات پھیلانے کا مؤثر ذریعہ بنایا اور Muslims for life اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں Muhammad,Messenger of peace مہم شروع کی۔ امریکہ کی چھپن یونیورسٹیز میں اس موضوع پر لیکچر ہوئے۔ 'لائف آف محمدؐ' کتاب وسیع طور پر ان کے لیکچر میں شامل ہونے والے افراد کو تحفۃً دی گئی۔ Muslims for loyalty کی مہم بھی انہوں نے شروع کی۔ مختلف یونیورسٹیز میں لیکچر دیے۔ مقامی حکومتی حلقوں کے ساتھ میٹنگز کیں اور اسلام کی تعلیم کو اجاگر کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک دفعہ اپنی تقریر میں سوئٹزرلینڈ کے مشن کی مساعی میں جماعت کے تعارفی فولڈر کی سکیم پر مہدی صاحب کے مستعدی سے کام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ سوئٹزرلینڈ کی پہاڑیوں پر جو لوگ رہتے ہیں، یہ جانور پالنے والے تین قبیلے ہیں۔ تینوں کی زبان بھی مختلف ہے۔ اٹھائیس ہزار کی تعداد میں ہیں۔ اس سے بھی کم ہے ان کی تعداد، تو بہرحال کہتے ہیں اتفاقاً اٹھائیس ہزار بولنے والوں کا فولڈر شائع کر دیا نسیم مہدی صاحب نے (اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے) مجھ سے مشورہ کرنے کے بعد اور آٹھ ہزار فولڈر ہر گھر میں پہنچا دیا اس علاقے کے۔ وہاں اس علاقے کے ہر گھر میں پہنچا دیا وہاں تو شور مچ گیا۔ دو اخباروں نے بڑی سخت تنقید لکھی ہے۔

(ماخوذ از سبیل الرشاد جلد دوم صفحہ 426-427)

تو مَیں نے کہا اچھی دعا ان کے حق میں ہو گئی ہے کئی لاکھ فولڈر تقسیم ہوا۔

(ماخوذ از خطابات ناصرؒ جلد دوم صفحہ 543-544)

بہرحال یہ مختصر سی رپورٹ تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وہاں پیش کی جلسہ پہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ اپنے پیاروں کے قدموں میں ان کو جگہ دے۔ ان کے بچوں اور بیوی کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح انہوں نے وفا سے زندگی گزاری ہے ان کی اولاد بھی اسی طرح وفا سے زندگی گزارنے والی ہو۔

اگلا ذکر ہے

## عزیزم محمد احمد شارم

ربوہ کا۔ یہ بچہ سولہ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ خلافت کا فدائی، ایک ہنس مکھ اور ہر دلعزیز بچہ تھا۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ جماعتی اور تنظیمی پروگراموں میں باقاعدہ شامل ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھا۔ اس عمر میں اس نے وصیت کر لی تھی۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بہنیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

تیسرا ذکر

## مکرمہ سلیمہ قمر صاحبہ

اہلیہ رشید احمد صاحب مرحوم کا ہے۔ 16/مئی کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد چودھری محمد صدیق صاحب کے نانا حضرت مولوی وزیر الدین صاحب آف کیریاں کے ذریعہ ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور کانگڑہ میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کے والد چودھری محمد صدیق صاحب مولوی فاضل جو تھے وہ جماعت کی بزرگ شخصیت تھے۔ لمبا عرصہ ان کو انچارج خلافت لائبریری کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ بطور صدر عمومی ربوہ بھی ان کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ مولوی صاحب کو، سلیمہ قمر صاحبہ کے والد کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر قیام ربوہ کے موقع پر خیمہ لگانے اور پہلی رات ربوہ میں بسر کرنے کا اعزاز بھی نصیب ہوا۔ مرحومہ نے اپنی ابتدائی تعلیم ربوہ میں حاصل کی اور تعلیم الاسلام کالج سے ایم اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔ لمبا عرصہ تک مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی۔ لجنہ اماء اللہ مقامی میں 1972ء تا 82ء بطور جنرل سیکرٹری خدمت کا موقع ملا۔ 82ء تا 87ء امۃ الحیٔ لائبریری میں بطور لائبریرین کام کیا۔ 87ء تا 18ء اکتیس سال بطور مدیرہ رسالہ مصباح خدمت کا موقع ملا اور اس دوران انہوں نے باوجود نامساعد حالات کے مصباح کو بڑی اچھی طرح چلایا۔ مرحومہ نہایت نیک سیرت، عبادت گزار، دعا گو اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ باقاعدگی سے نماز تہجد کے ساتھ دیگر نفلی نمازیں چاشت اور اشراق پابندی سے ادا کرتی تھیں۔ خلافتِ احمدیہ سے بہت اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔ آپ کی زندگی کے ہر پہلو میں دعا کا رنگ نمایاں ہوتا تھا۔ ایک فرشتہ صفت خاتون تھیں۔ ہر ایک سے نہایت پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 24/ جون 2022ء)

☆...☆...☆

## دعا کا تحفہ

### حصول مغفرت اور رحمت کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارونؑ اور اپنے لئے مغفرت کی یہ دعا کی:

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِاَخِیۡ وَاَدۡخِلۡنَا فِیۡ رَحۡمَتِکَ ۫ۖ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۵۲﴾ (الاعراف:152)

اے میرے رب! مجھ کو اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل کر دے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا ہے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 15)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ابو نائل

# حجاب کے بارے میں ایک عدالتی فیصلے پر تبصرہ

اس وقت انسانیت بہت سے مسائل سے دوچار ہے لیکن دنیا میں کووڈ سے اموات کا بازار گرم ہو، یا مہنگائی سے دنیا بھر کے لوگوں کا جینا دوبھر ہو رہا ہو، یا روس اور یوکرین کی جنگ سے عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو، یا دنیا کے سر پر خوراک کی کمی کے بادل منڈلا رہے ہوں، دنیا بھر میں دانشوروں کا ایک طبقہ ہے جو اس فکر میں دبلا ہو رہا ہے کہ کسی طرح دنیا کے مختلف ممالک میں خواتین کے حجاب پہننے پر پابندی لگا دی جائے۔ یہ طبقہ اس وہم میں مبتلا ہے کہ اگر کچھ خواتین نے حجاب پہن لیا تو انسانیت کا دم گھٹ جائے گا اور ان کی تہذیب کا ستیاناس ہو جائے گا۔ ویسے تو یہ طبقہ شخصی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے لیکن جب یہ سوال اٹھایا جائے کہ کیا ایک خاتون اپنی مرضی سے حجاب لے سکتی ہے تو شخصی آزادی کو ایک طرف کر کے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔

## حجاب پر پابندیوں کا سلسلہ

حجاب پر پابندی لگانے کے سلسلہ کا آغاز یورپ سے ہوا تھا۔ ستمبر 2003ء میں جرمنی کی وفاقی آئینی عدالت نے ایک افغان خاتون استاد کا یہ حق تسلیم کیا کہ وہ اسکول میں حجاب لے سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ اپنے فیصلہ میں یہ اظہار کیا کہ جرمنی کی مختلف ریاستیں اگر چاہیں تو اس بارے میں قوانین تبدیل کر سکتی ہیں۔ اس کے بعد جرمنی کے بہت سے علاقوں میں اس بات پر پابندی لگائی گئی کہ ان کے علاقوں میں خواتین اساتذہ حجاب لے سکیں۔ فروری 2004ء میں فرانس کی نیشنل اسمبلی نے اس بات پر بحث کا آغاز کیا کہ اس بات پر پابندی لگائی جائے کہ اسکولوں میں مذہبی علامات مثال کے طور پر صلیب، یہودی احباب کی مخصوص ٹوپی اور حجاب لینے پر پابندی ہو۔ اور اپریل 2011ء میں فرانس میں پبلک میں نقاب لینے پر پابندی لگائی گئی۔ 2009ء میں کوسووو میں یونیورسٹیوں اور حکومتی عمارات میں حجاب لینے پر پابندی لگائی گئی۔ جولائی 2011ء میں بیلجیم میں نقاب لینے پر پابندی عائد کی گئی۔ 2012ء میں روس کے ایک علاقے Stavropol میں اسکولوں میں حجاب پر پابندی لگائی گئی اور اگلے سال روس کی سپریم کورٹ نے یہ پابندی برقرار رکھی۔ جولائی 2014ء میں یورپ کی انسانی حقوق کی عدالت نے فرانس میں برقعہ پہننے پر پابندی برقرار رکھی۔ مئی 2015ء میں ہالینڈ کی کابینہ نے پبلک ٹرانسپورٹ میں اور بعض پبلک مقامات پر چہرہ کو ڈھانکنے والے حجاب پر پابندی لگائی لیکن راستوں کو اس پابندی سے 'مستثنیٰ' رکھا۔ 2016ء میں بلغاریہ کی پارلیمنٹ نے چہرا ڈھانپنے پر پابندی لگانے کا بل پاس کیا۔ جنوری 2017ء میں آسٹریا کے برسرِاقتدار سیاسی اتحاد نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عدالتوں اور اسکولوں میں برقعہ اور نقاب لینے پر پابندی لگائی جائے۔ مارچ 2017ء میں یورپ کی عدالت انصاف نے یہ فیصلہ کیا کہ مختلف کمپنیاں اپنے ملازمین کے سر پر سکارف لینے پر پابندی لگا سکتی ہیں۔ مئی 2018ء میں ڈنمارک کی پارلیمنٹ میں نقاب اور برقعہ پر پابندی کے بل پر رائے شماری ہوئی۔ 2018ء میں ناروے کی پارلیمنٹ نے اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں برقعہ پر پابندی کا بل منظور کیا۔ 2021ء میں سویٹزرلینڈ میں ایک ریفرنڈم میں برقعہ پر پابندی کو 51 فیصد ووٹوں سے منظور کیا گیا۔

بہت سے مسلمان ممالک میں بھی حجاب پر پابندیاں لگائی گئیں۔ 2010 میں شام میں یونیورسٹیوں کی طالبات پر چہرہ ڈھانپنے پر پابندی لگائی گئی۔ 2012ء میں ازبکستان میں حجاب کی فروخت پر پابندی لگائی گئی۔ 2016ء میں بوسنیا میں عدالتوں میں خواتین کے حجاب لینے پر پابندی لگائی گئی۔ 2017ء میں قزاقستان کے بعض علاقوں میں اسکول کی طالبات کے حجاب لینے پر پابندی لگائی گئی۔ 2018ء میں الجیریا میں ان خواتین کے برقعہ یا نقاب لینے پر پابندی لگائی گئی جو سرکاری ملازمتوں پر کام کر رہی ہیں۔ ترکی میں بھی حجاب پر مختلف پابندیاں لگائی گئی تھیں لیکن وقت کے ساتھ ان کو نرم کیا گیا ہے۔ اسی طرح 1979ء کے بعد سے ایران میں خواتین کو حجاب پہنانے کے لئے قوانین موجود ہیں۔

## کرناٹک کے تعلیمی اداروں میں حجاب پر پابندی

یہ تفصیلات ظاہر کرتی ہیں کہ حجاب پر پابندیوں کا مسئلہ اب ایک بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے۔ حال ہی میں بھارت کی ریاست کرناٹک کے کچھ اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان طالبات کے حجاب پہننے پر پابندی لگانے کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ تنازع ابھی تک جاری ہے اور یہ بحث بھارتی عدالتوں تک جا پہنچی ہے۔ یہ اختلاف اس وقت لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا جب ایک کالج میں چھ مسلمان طالبات کو حجاب پہننے کی وجہ سے کلاس روم میں جانے سے روک دیا گیا۔ اور کرناٹک کی حکومت نے اس اقدام کا اس بنا پر دفاع کیا کہ حکومت کو کلاس روم کے اندر پہنے جانے والے لباس کے متعلق قوانین بنانے کا اختیار ہے اور یہ قاعدہ بنایا گیا تھا کہ طلباء اور طالبات کلاسوں میں مذہبی علامات پہن کر نہیں آئیں گے۔ اس کے بعد اس پابندی کے خلاف اور حق میں مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور دوسرے تعلیمی اداروں نے بھی کلاس روم میں حجاب پر پابندیاں لگانی شروع کر دیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ تنازع ہائی کورٹ میں گیا۔ اور ہائی کورٹ نے یہ عبوری حکم جاری کیا کہ حتمی فیصلہ تک تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔ لیکن ابھی کورٹ کا فیصلہ نہیں آیا تھا کہ اس بھارتی ریاست کی حکومت کی طرف سے یہ وضاحت جاری کر دی گئی کہ عدالت کے اس عبوری حکم کا اطلاق سکھ طلباء کی پگڑیوں پر نہیں ہو گا اور وہ بدستور کلاس روم میں اپنی پگڑیاں پہن کر جا سکتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ نظریہ قبول کیا جائے کہ چونکہ اسکولوں اور کالجوں میں طلباء اور طالبات کو مذہبی علامات پہن کر یا آویزاں کر کے کلاس روم میں جانے کی اجازت نہیں ہے اور حجاب بھی ایک مذہبی علامت ہے، اس لئے طالبات حجاب پہن کر تعلیمی سرگرمیوں میں شریک نہیں ہوسکتیں تو پھر یہ سوال اٹھے گا کہ اس معیار کے مطابق تو سکھ احباب کے نزدیک ان کی پگڑی بھی ایک مذہبی علامت ہے۔ اگر حجاب پر پابندی لگائی جائے اور پگڑی کی اجازت دی جائے تو کیا یہ دوہرا معیار نہیں؟ اس بارے میں پڑھنے والے خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ (اگرچہ ہم ہر قسم کی مذہبی پابندی کے خلاف ہیں اور نہ حجاب پر پابندی کو آزادی تصور کر سکتے ہیں اور نہ ہی سکھ احباب کی پگڑی پر پابندی کو)۔

## کرناٹک ہائی کورٹ کا تفصیلی فیصلہ

بہرحال 15 مارچ 2022ء کو کرناٹک ہائی کورٹ نے اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔ اور ان تعلیمی اداروں میں حجاب پر پابندی برقرار رکھی۔ جب 129 صفحات کا تفصیلی فیصلہ جاری ہوا تو اس کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس فیصلہ نے سوالات کا جواب دینے اور تنازع کو حل کرنے کی بجائے بہت سے نئے سوالات اور تنازعات کو جنم دیا ہے۔

سب سے پہلے یہ بات قابل توجہ ہے کہ کسی طالبہ کا حجاب لینا کوئی ایسا فعل نہیں ہے جس سے کسی اور شہری کے حقوق متاثر ہو رہے ہوں یا ریاست کی سلامتی کو کوئی خطرہ لاحق ہو رہا ہو۔ یہ ان کا ذاتی فعل ہے اور انہیں اس سے روکنا ان کی شخصی آزادی میں غیر ضروری دخل اندازی ہے۔ ریاست کے تمام ستونوں کا کام بنیادی حقوق کا تحفظ کرنا ہے نہ کہ ان میں دخل اندازی کر کے شہریوں کی شخصی آزادی کو تلف کرنا۔

پردہ کے اسلامی حکم کی کیا حدود اور کیا حکمتیں ہیں؟ اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور اس بارے میں جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں ایک قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔ اس مضمون میں اس بحث کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح پردہ پر مخالفین کی طرف سے بہت سے اعتراضات اٹھائے گئے ہیں۔ اس مضمون میں ان سب اعتراضات پر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔

اس مضمون میں صرف یہ جائزہ لیا جائے گا کہ کرناٹک کی ہائی کورٹ کے تفصیلی فیصلہ میں حجاب پر پابندی کا کیا جواز پیش کیا گیا ہے۔ اور ان نکات کے ممکنہ مضمرات پر مختصر تبصرہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ اس عدالتی فیصلہ کے شروع میں بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے بھارت کے آئین میں اپنے مذہب کا اظہار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ یہ آزادی آئین کی شق 25 میں ان الفاظ میں دی گئی ہے۔

25. (1) Subject to public order, morality and health and to the other provisions of this Part, all persons are equally entitled to freedom of conscience and the right freely to profess, practise and propagate religion.

ترجمہ: امن عامہ، اخلاق عامہ، صحت عامہ اور اس حصہ کی دیگر توضیحات کے تابع تمام اشخاص کو آزادی ضمیر اور آزادی سے مذہب قبول کرنے، اس کی پیروی اور اس کی تبلیغ کرنے کا مساوی حق ہے۔

## مکمل مذہبی آزادی کی نفی

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بھارت کے آئین میں اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کرنے کا حق حاصل ہے تو پھر مسلمان طالبات کو اپنی مرضی سے آزادی سے حجاب لینے کا حق کیوں حاصل نہیں ہے؟ اس کے جواب میں صوبہ کی حکومت اور تعلیمی اداروں نے یہ موقف پیش کیا کہ حجاب لینا اسلام کی کوئی essential religious practice (ضروری مذہبی حکم) نہیں ہے اور قرآن مجید میں اس کا کوئی حکم نہیں پایا جاتا (سورۃ نور کی آیت 32 اس دعوے کی نفی کرتی ہے)۔ اور بہت سی عدالتوں کے فیصلوں میں یہ طے ہو چکا ہے کہ حجاب کا لینا زیادہ سے زیادہ ثقافت کا حصہ ہے اور

اسے مذہبی حکم قرار نہیں دیا جا سکتا۔اس کے برعکس جن مسلمان طالبات کی طرف سے یہ مقدمہ دائر کیا گیا تھا ان کا یہ موقف تھا کہ حجاب لینا ان کے مذہبی احکامات میں سے ہے۔اور آئین انہیں اپنے مذہبی احکامات پر عمل پیرا ہونے کی آزادی دیتا ہے۔

کرناٹک کی عدالت نے مدعا علیہ کے اسی موقف کو اپنے فیصلہ کی بنیاد بنایا۔اور اس کے لئے عدالت کو یہ اظہار کرنا پڑا کہ بھارت کے آئین میں مکمل مذہبی آزادی نہیں دی گئی بلکہ آئین کی مذکورہ شق میں صرف essential religious practices(یعنی ضروری مذہبی احکامات یا اعمال) پر عمل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔اس پر لازمی طور پر یہ سوال اٹھتا تھا کہ ایک مذہب کے کن احکامات کو ضروری قرار دیا جائے گا اور کن احکامات کا شمار غیر ضروری احکامات میں کیا جائے گا۔اس عدالت نے ’’ضروری مذہبی احکامات‘‘ کی تعریف ان الفاظ میں پیش کی۔

To be an essential religious practice that merits protection under Article 25, it has to be shown to be essential to the religion concerned, in the sense that if the practice is renounced, the religion in question ceases to be the religion.

(عدالتی فیصلہ صفحہ 36)

ترجمہ: ایسا ضروری مذہبی حکم جسے آرٹیکل 25 کے تحت تحفظ حاصل ہو وہی ہوسکتا ہے کہ اگر اس پر عمل ترک کیا جائے تو وہ مذہب ایک مذہب کے طور پر قائم نہ رہ سکے۔

اور اس عدالتی فیصلہ میں اس تعریف کے حق میں دلیل کے طور پر بعض عدالتوں کے سابقہ فیصلے پیش کئے گئے ہیں۔پڑھنے والے خود جائزہ لے سکتے ہیں کہ یہ تعریف بنیادی طور پر مبہم اور ناقص ہے کیونکہ فرض کریں کہ اگر زید یا بکر مسلمان ہے اور اسے نماز پڑھنے سے روک دیا جاتا ہے تو اس سے مذہب ’’اسلام‘‘ بحیثیت مذہب تو ختم نہیں ہو جائے گا مگر زید اور بکر کی مذہبی آزادی بری طرح ختم ہو جائے گی۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس استدلال کا یہ مطلب ہو گا کہ اس ملک میں شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے۔انہیں صرف نہایت ضروری مذہبی احکامات پر عمل کرنے کی اجازت ہے لیکن انہیں اس بات کا تحفظ حاصل نہیں کہ وہ آزادی سے اپنے تمام مذہبی احکامات پر عمل کر سکیں۔لیکن یہاں ایک سوال اٹھتا ہے اور وہ یہ کہ بھارت کے آئین میں بلکہ دنیا بھر کے اکثر دستوروں میں جہاں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی ہے وہاں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ یہ آزادی صرف نہایت ضروری امور کے بارے میں ہو گی اور باقی احکامات پر عمل کرنے کی آزادی نہیں ہو گی۔بلکہ بھارت کے آئین کی شق پانچ میں جہاں اپنے مذہب کا اظہار کرنے،اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا ذکر ہے اس سے قبل Freely کے الفاظ ہیں جو اس بات کو واضح کر دیتے ہیں کہ یہ آزادی مکمل ہو گی۔

## کیا سکھ احباب کی کرپان ضروری مذہبی حکم ہے

بھارتی آئین کے آرٹیکل 25 میں موجود ایک وضاحت ہی اس نظریہ کو رد کر دیتی ہے کہ اس آرٹیکل میں صرف اہم ترین مذہبی احکامات پر عمل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔۔کیونکہ اس آرٹیکل میں وضاحت نمبر 1 یہ ہے کہ اپنے ساتھ کرپان کو لے کر چلنا اور اسے لگانا سکھ مذہب کا اظہار سمجھا جائے گا،جس کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے۔اس وضاحت کے الفاظ یہ ہیں:

The wearing and carrying of kirpans shall be deemed to be included in the profession of the Sikh religion.

گویا اس آرٹیکل میں سکھ احباب کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ ان کا یہ حق محفوظ ہے کہ وہ کرپان لے کر آزادانہ گھوم پھر سکتے ہیں۔لیکن اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کیا کرپان سکھ مذہب کے ایسے ضروری احکامات میں سے ہے کہ جس کے بغیر سکھ مذہب بحیثیت مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔تاریخی طور پر کرپان کا رواج سکھ مذہب کے آخری گرو گرو گوبند سنگھ صاحب کے زمانے میں شروع ہوا۔اس سے قبل سکھ مذہب کے مردوں کے لئے کرپان لے کر چلنا ضروری نہیں تھا۔سب سے بڑھ کر یہ کہ سکھ مذہب کے مقدس بانی حضرت باوا نانک اور آپ کے پیروکار سب سے بڑھ کر خالص طور پر سکھ مذہب کے پیروکار تھے۔وہ اپنے پاس کرپان نہیں رکھتے تھے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے پاس کرپان لے کر چلنا سکھ مذہب کا ایسا حکم نہیں ہے جس کے بغیر یہ مذہب قائم نہ رہ سکتا ہو۔لیکن اس کے باوجود بھارت کے آئین کے آرٹیکل 25 میں سکھ احباب کے اس حق کو تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ کرپان لے کر چل سکتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آرٹیکل کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ صرف اتنی مذہبی آزادی ہو کہ ایسے ضروری احکامات پر عمل کرنے کی اجازت ہو جن کے بغیر مذہب قائم نہ رہ سکتا ہو۔اگر سکھ احباب کو کرپان کی آزادی ہے تو مسلمان خواتین کو حجاب لینے کی آزادی کیوں نہیں دی جا سکتی؟(یہاں یہ امر واضح رہے کہ ہم کسی بھی طور سکھوں کے کرپان لے کر چلنے پر پابندی کے حق میں ہرگز نہیں ہیں)۔

## ضروری مذہبی حکم کا فیصلہ کون کرے گا؟

اگر ہم ایک لمحہ کے لئے حجاب پر اٹھنے والی بحث کو بھول جائیں تو بھی سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کسی بھی ملک کی عدالت یا کسی اور ریاستی ادارے کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ کسی مذہب کا کون سا حکم اس مذہب کے مطابق ضروری حکم ہے اور کون سا حکم ایسا ہے جسے غیر ضروری قرار دیا جا سکتا ہے۔ذرا تصور فرمائیں کہ ایک عدالت میں ہندو جج صاحبان بیٹھ کر یہ فیصلہ کر رہے ہیں کہ اسلامی احکامات میں سے کون سے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے اور کون سے احکامات پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔یا کسی اسلامی ملک کی عدالت کے مسلمان جج صاحبان یہ فیصلہ کرنے لگ جائیں کہ ہندو احباب کے لئے کون سے مذہبی احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے اور کون سے احکامات پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔عقل اس طریق کو قبول نہیں کر سکتی۔

ہر مذہب میں بہت سے مختلف فرقے موجود ہیں اور وہ ان معاملات میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظریات رکھتے ہیں۔اور ہر فرقہ میں مختلف افراد ایسے معاملات میں ایک دوسرے سے مختلف خیالات رکھتے ہیں۔ہندو دھرم کی مثال لے لیں۔سناتن دھرم سے وابستہ احباب مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کو سب سے ضروری مذہبی فرض قرار دیتے ہیں۔دوسری طرف آریہ سماج سے وابستہ احباب توحید کے قائل ہیں اور وہ اس پرستش کو ہندو مذہب کی بنیاد کے خلاف قرار دیتے ہیں۔اور دونوں ہندو مت سے وابستہ ہیں۔

اس لیے ایسے امور پر ہر فرد کو خود فیصلہ کرنے کی آزادی حاصل ہے۔اور کسی ادارے کو اس میں دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ شہریوں کو یہ ہدایت دے کہ اس مذہبی حکم پر عمل کرو اور اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔اس کا فیصلہ ہر فرد خود کرے گا۔اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے تو اس سوچ کی آڑ میں ضمیر کی اور مذہب پر عمل پیرا ہونے کی آزادی ختم ہو جائے گی۔

## مذہبی آزادی پر مزید حدود و قیود

یہ مفروضہ قائم کرنے کے بعد کہ آئین میں مذہبی آزادی صرف نہایت ضروری مذہبی احکامات اور فرائض تک محدود ہے،اس فیصلہ میں یہ بحث اٹھائی گئی ہے کہ کہ حجاب لینا اسلام میں کوئی ضروری مذہبی حکم ہے کہ نہیں ہے؟اور اس بحث میں مذہبی آزادی کو ایک اور شرط کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ کیا جس حکم یا مذہبی عمل کی بات کی جا رہی ہے وہ بھارتی پس منظر میں ضروری مذہبی حکم قرار دیا جا سکتا ہے کہ نہیں۔جیسا کہ اس فیصلہ کے صفحہ 53 پر لکھا ہے

Since the question of hijab being a part of essential religious practice is the bone of contention, it becomes necessary to briefly state as to what is an essential religious practice in Indian context and how it is to be ascertained.

ترجمہ: چونکہ اصل متنازع مسئلہ یہ ہے کہ کیا حجاب لینا کیا کوئی ضروری مذہبی حکم ہے کہ نہیں،اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہ تعین کیا جائے کہ بھارت کے ماحول میں کون سا مذہبی حکم ضروری ہے اور اس کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

جیسے جیسے ہم اس عدالتی فیصلہ کا مطالعہ کرتے جاتے ہیں،ہمیں مذہبی آزادی کا دائرہ تنگ اور مزید تنگ ہوتا محسوس ہوتا ہے۔اگر کسی مذہب کی تعلیمات میں کوئی مذہبی حکم پایا جاتا ہے اور کوئی شہری اس پر اپنی مرضی سے عمل کرنا چاہتا ہے اور اس حکم کی نوعیت ایسی ہرگز نہیں ہے کہ اس سے کسی شخص کے حقوق متاثر ہوتے ہوں تو پھر آئین کی رو سے اس پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔لیکن اس پر پہلے یہ شرط لگائی گئی کہ جس حکم پر عمل کرنے کی آزادی کی ضمانت ہے اس سے مراد صرف نہایت ضروری مذہبی تعلیمات اور احکامات ہیں۔اس کے بعد عدالت نے خود ہی اس بات کا اختیار سنبھال لیا کہ یہ فیصلہ بھی ریاستی ادارہ کرے گا کہ کون سا مذہبی حکم ضروری ہے کہ کون سا مذہبی حکم غیر ضروری ہے۔اور اس کے بعد ایک اور شرط لگا دی کہ یہ جائزہ بھی لیا جائے گا کہ ہمارے ملک کے ماحول میں کون سا مذہبی حکم ضروری ہے اور کون سا حکم غیر ضروری ہے۔یہ واضح ہے کہ اگر یہ معیار تسلیم کیا جائے تو اس سے شہریوں کی آزادی بری طرح متاثر ہو گی اور ریاستی اداروں کے ہاتھ میں مذہبی آزادی میں دخل اندازی کا دروازہ مزید کھل جائے گا۔ہر ملک کے ریاستی ادارے یہ عذر سامنے رکھ کر من مانی شروع کر دیں گے کہ ہمارے ملک کے ماحول میں یہ مناسب ہے اور یہ غیر مناسب۔

## قابل اعتبار تفسیر کا فیصلہ کون کرے گا؟

جب کسی ملک کے ریاستی ادارے مذہبی آزادی یا شخصی آزادی میں مداخلت شروع کر دیں تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے جو

ڈھلوان پر پھسل رہا ہو۔ یہ عمل کسی مقام پر رکتا نہیں بلکہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ جب کرناٹک کی عدالت نے مذہبی معاملات میں مداخلت کا کام شروع کیا تو یہ عدالت ایک کے بعد دوسرا قدم اٹھاتی گئی۔ اسی تفصیلی عدالتی فیصلہ میں عدالت نے اس موضوع پر بحث چھیڑ دی کہ فرض احکامات کون سے ہیں اور مسنون احکامات کون سے ہیں؟ اور اجماع کیا ہے؟ اور اس کے بعد یہ کہ ان میں سے کون سے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے اور کن پر عمل کرنا کم ضروری ہے؟ مباح کیا ہے؟ مستحب کسے کہتے ہیں؟ پھر یہ بحث کی کہ قرآن مجید کی تفسیر کس طرح ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ یہ فیصلہ تحریر کرنے والے معزز جج صاحبان مسلمان نہیں تھے اور یہ ہندو جج صاحبان ایک ایسے ملک کی عدالت کے جج ہیں جو آئینی طور ایک سیکولر ملک ہے۔

اس کے بعد یہ بحث بھی چھیڑ دی گئی کہ مسلمانوں میں تو قرآن مجید کی بہت سی تفاسیر مروج ہیں۔ ان سب تفاسیر میں سے کون سی تفسیر کو قابل اعتبار قرار دیا جا سکتا ہے۔ عدالت نے بہت سی تفاسیر کے نام درج کرنے کے بعد یہ اظہار کیا

However, this Court prefers to bank upon the 'The Holy Quran:Text, Translation and Commentary' by Abdullah Yusuf Ali,

ترجمہ: تاہم عدالت ہذا عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ اور تفسیر پر انحصار کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔

مسلمانوں کے بیسیوں مسالک ہیں۔ اور ہر مسلک مختلف تفسیر کو ترجیح دیتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک ہی مسلک سے وابستہ احباب مختلف تفاسیر کو دوسری تفاسیر سے زیادہ قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ اور مختلف زاویوں سے مختلف تفاسیر کی اہمیت پرکھی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر تفسیر ابن کثیر اور تفسیر درمنثور میں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مختلف آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی جدید دور کے تقاضوں کے پیش نظر رکھ کر تفسیر پڑھنا چاہے گا تو عصر حاضر میں لکھی جانے والی کسی تفسیر کی طرف رجوع کرے گا۔ لیکن عدالت عالیہ نے اس تفسیر کے حق میں یہ دلیل پیش کی کہ کم و بیش اکثر وکلاء اس تفسیر کے قابل اعتبار ہونے کے قائل ہیں۔ اس لیے زیر بحث معاملہ میں عدالت اس تفسیر کے حوالوں پر انحصار کرے گی۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ فیصلہ کرنا کسی عدالت کا کام نہیں ہے کہ کون سی تفسیر کی پیروی کرنی چاہیے۔ ہر شخص اس بات کا حق رکھتا ہے کہ وہ یہ فیصلہ خود کرے۔

## حجاب کا مقصد خواتین کو مقید کرنا نہیں ہے

اس بحث سے قطع نظر کہ عبداللہ یوسف علی صاحب کی تفسیر کس پائے کی تفسیر ہے؟ اس عدالتی فیصلہ کے صفحہ 69 اور 70 پر اس تفسیر کے جو حوالے درج کئے گئے ہیں وہ اس نظریہ کی تائید نہیں کرتے کہ حجاب کا حکم کوئی غیر ضروری حکم ہے۔ ان حوالوں میں زیادہ سے زیادہ یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ حجاب کے حکم کا مقصد یہ نہیں ہے کہ عورتوں کو گھروں میں مقید رکھا جائے۔ اس کا مقصد ان کا تحفظ کرنا تھا اور اس وقت مدینہ میں خطرناک حالات موجود تھے۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ بہت سی مشرقی تہذیبوں میں یہ روایت موجود تھی۔ جو خواتین حجاب لیتی ہیں ان کا یہ کبھی بھی موقف نہیں رہا کہ حجاب ان کی آزادی پر کوئی قدغن لگاتا ہے۔ اس دور میں بھی ایک خاتون نے حجاب لیتے ہوئے نوبل انعام بھی حاصل کیا ہے۔ یمن کی نوبل انعام جیتنے والی خاتون توکل کرمان صاحبہ سے جب سوال کیا گیا کہ ان کا حجاب لینا ان کی ذہانت کی سطح سے کس طرح میل کھاتا ہے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا

Man in The early times was almost naked, and as his intellect evolved he started wearing clothes. What I am today and what I'm wearing represents the highest level of thought and civilization that man has achieved, and is not regressive. It's The removal of clothes again that is regressive back to ancient.

ترجمہ: قدیم زمانے میں انسان تقریباً برہنہ رہتا تھا۔ جب اس کی ذہانت نے ترقی کرنی شروع کی تو اس نے کپڑے پہننے شروع کئے۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں اور جو کچھ بھی پہنتی ہوں، وہ انسانی سوچ اور تہذیب کی اعلیٰ ترین سطح کی نمائندگی کرتی ہے اور رجعت پسندی نہیں ہے۔ قدیم زمانے کے لوگوں کی طرح اپنے کپڑے اتار دینا اپنے آپ کو قدیم زمانہ کی پسماندگی کی طرف لوٹا دینا ہے۔

## اپنی دلیل کا رد خود کر دیا

ان سب دلائل کے بعد اس تفصیلی فیصلہ میں حجاب کے خلاف ایک ایسی دلیل بیان کی گئی کہ اس دلیل نے خود سب سے پہلے دی گئی دلیل کی تردید کر دی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کرناٹک میں مختلف تعلیمی اداروں میں حجاب لینے پر پابندی لگائی تھی اور اس کا جواز یہ پیش کیا تھا کہ ہم نے ان تعلیمی اداروں میں دوسری مذہبی علامات مثال کے طور پر مذہبی علامات والی چادروں اور سکارف لینے پر بھی پابندی لگائی ہے، اور اسی معیار پر حجاب پر پابندی لگائی گئی ہے۔ اور اسی عدالت نے اپنے پہلے عبوری حکم میں یہی لکھا تھا ہم فی الحال کلاسوں میں مذہبی علامات پہننے پر پابندی برقرار رکھتے ہیں۔ لیکن اس تفصیلی فیصلہ میں عدالت نے یہ دلیل پیش کی کہ حجاب اسلام کا مذہبی حکم نہیں ہے بلکہ ایک کلچرل رواج ہے جو کہ اسلام سے قبل بھی بہت سی تہذیبوں میں بھی عام تھا اور اس سلسلہ میں میسوپوٹیمیا، آشوری اور بازنطانی تہذیبوں کا حوالہ بھی دیا۔ اگر یہ اسلام کا مذہبی حکم نہیں تھا تو جن اداروں نے اس پر پابندی لگائی انہیں دوسری مذہبی علامات کے ساتھ اس پر پابندی لگانی ہی نہیں چاہیے تھی کیونکہ انہوں نے صرف مذہبی علامات پر پابندی لگائی تھی۔ اور دوسرے یہ پہلو قابل غور ہے کہ اگر پہلی تہذیبوں میں بھی اس کا رواج پایا جاتا تھا تو اس سے یہ مطلب اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامی تعلیمات میں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

## رائے کی بنیاد علم ہونا چاہیے

اور اس فیصلے کے آخر میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ ہمارے آئین کو مرتب کرنے والے ڈاکٹر امبید کار صاحب نے تو اسی وقت یہ بھانپ لیا تھا کہ اسلام میں خواتین پر بہت سی ناجائز پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ اور انہوں نے یہ لکھا تھا کہ اسلام میں تو عورتوں کو مساجد میں جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ یہ حصہ پڑھ کر تو پڑھنے والا حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ ہر شخص کو رائے قائم کرنے کی آزادی ہے لیکن یہ رائے لاعلمی کی بنیاد پر نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر قائم ہونی چاہیے۔ اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکٹر امبید کار صاحب سے لے کر آج کے جج صاحبان بھی صرف لاعلمی کی بنیاد پر آراء قائم کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں بھی اس بات پر کوئی پابندی نہیں تھی کہ خواتین مساجد میں جا کر نماز ادا کریں بلکہ رمضان میں خواتین اعتکاف میں بھی بیٹھتی تھیں۔ اور بہت سی احادیث سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔

## خلاصہ کلام

یہ کہ حکومتوں اور عدالتوں کو مذہبی معاملات میں مداخلت سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ مذہبی معاملات میں ہر فرد آزاد ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کرے۔ ورنہ کچھ ایسی ہی کیفیت ہو گی جیسے ایک بیل چینی کے برتنوں کی دوکان میں گھس کر ہر طرف تباہ کاری پھیلا رہا ہو۔ اور یہ سلسلہ پھیلتا جاتا ہے۔ اور اگر یہ سوچ بڑھتی گئی تو صرف مذہبی آزادی ہی نہیں بلکہ دوسرے بنیادی انسانی حقوق بھی اس عمل کی زد میں آ جائیں گے۔ چند روز قبل جنوبی بھارت میں منگلاور یونیورسٹی کے کئی ہندو طلباء نے اس بات پر روٹھ کر کلاسوں کا بائیکاٹ کر دیا اور باہر بیٹھ گئے کہ مسلمان طالبات نے حجاب کیوں پہنا ہوا ہے۔ اگر ان طالبات کے متعلق کوئی کارروائی کرنی بھی تھی تو یونیورسٹی کی انتظامیہ کو کرنی تھی۔ ان لڑکوں کا یہ بائیکاٹ ناقابل فہم ہے۔

عشاق احمدؑ۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب کی اپنے آقا کے ساتھ ایک یادگار تصویر

مترجم:ابو سلطان

### ڈائری عابد خان سے ایک ورق

# اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز

## دورہ کا آخری دن

تقریباً دو ماہ گھر سے دور رہنے کے بعد مؤرخہ 11 نومبر 2013ء کو ہمارے دورہ کا آخری دن تھا۔ اس خیال سے عجیب محسوس ہو رہا تھا کہ اتنے لمبے عرصے کے بعد اگلے دن ہم اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔ مجھے یہ خیال آنے لگا کہ کس طرح ان شاء اللہ جلد ہی میں اپنے چھوٹے سے بیٹے ماہد کو دیکھ سکوں گا اور یہ بھی کہ وہ کتنا بڑا ہو گیا ہے۔ مجھے یہ خیالات بھی آ رہے تھے کہ آیا وہ مجھے پہچانے گا بھی یا نہیں۔ مجھے گھر واپس لوٹنے کی خوشی تھی مگر ساتھ ہی ساتھ اداس بھی تھا کہ اس قدر بابرکت اور شاندار دورہ اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے۔

## حضور انور کی ایک جاپانی مارکیٹ کی سیر

اگرچہ سوموار کا دن ہمارے دورہ کا آخری دن تھا۔ پھر بھی یہ نہایت مصروف دن ثابت ہوا۔ جماعت نے صبح اور شام کا کچھ وقت اس غرض سے خالی رکھا تھا کہ حضور انور کو چند گھنٹوں کے لئے شہر کی سیر کروائی جا سکے۔ حضور انور نے اس تجویز کو قبول فرمایا اور شہر کے ثقافتی حصے کی سیر کرنا پسند فرمایا۔ چنانچہ جماعت نے عین قلب شہر میں حضور انور کو ایک پر ہجوم ایشیائی مارکیٹ کی سیر کروائی جس کا نام Asakusa Nakamise Market ہے۔

## حضور انور اور آپ کی فیملی کی بے لوث قربانیاں

مارکیٹ میں پہنچنے پر حضور انور اور خالہ سبوحی نے بعض چھوٹی دکانیں دیکھیں اور میرے خیال سے خالہ سبوحی نے بعض چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی خریدیں۔ وہاں سیر کرتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ کس طرح اس چھوٹی سی سیر کے دوران یہ بات عیاں تھی کہ حضور انور اور آپ کی فیملی جماعت کے لیے کس قدر قربانیاں کرتے ہیں۔ جہاں ہم سب جب چاہیں اپنی مرضی سے اپنی family کے تفریحی program بناتے ہیں ایسے مواقع حضور انور اور خالہ سبوحی کو کم ہی میسر آتے ہیں اور بہت کم مواقع پر آپ ایسے مقامات پر جا سکتے ہیں۔ خاص طور پر جب قافلہ ممبران اور لوکل جماعت کے ممبران بھی آپ کے ساتھ ہوں۔

## حضور انور مارکیٹ اور ایک مندر کی تصاویر لیتے ہوئے

جب حضور انور مارکیٹ سے گزر رہے تھے تو آپ قافلہ کے ہمراہ مندر تک تشریف لے گئے۔ جہاں آپ لوگوں کو اپنے طریق پر عبادت کرتے ہوئے دیکھنے کا موقع ملا۔ حضور انور نے اپنے فون میں چند تصاویر بنائیں اور نہایت خوشی سے مذہبی رسومات کی ادائیگی کا مشاہدہ فرمایا۔

## ناقابل یقین چند لمحات

جونہی حضور انور نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو بدھ مت کے Monks کا ایک گروپ قریب آیا اور حضور انور سے درخواست کی کہ وہ آپ کے ساتھ تصویر بنانا چاہتے ہیں۔ نہایت شفقت فرماتے ہوئے حضور انور نے ان کی درخواست قبول فرمالی۔ اس کے بعد جو ہوا وہ نہایت دلچسپ تھا۔ جب حضور انور وہاں سے واپس مارکیٹ کی طرف تشریف لے جانے لگے تو لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کی طرف بڑھنے لگا۔ ہر چند قدموں کے بعد ہر عمر کے احباب حضور انور سے درخواست کرتے کہ وہ آپ کے ساتھ تصاویر بنانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ وہ آپ کے بارے میں نہیں جانتے ہوں گے مگر ضرور انہوں نے آپ کی روحانیت کو محسوس کیا ہوگا اور ملنے کے لیے بے قراری کا اظہار عیاں تھا۔

پھر حضور انور کے ساتھ تصاویر بنانے کے بعد وہ نہایت فخر سے یہ تصاویر دوسروں کو دکھا رہے تھے ان کی آنکھوں اور چہروں پر خوشی نہایت عیاں تھی۔ میں پوری امانت داری سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا وہ لمحات یقینی طور پر بہت غیر معمولی تھے ایک دفعہ تو مجھے خیال آیا کہ شاید ہمیں سارا دن ہی وہاں گزارنا پڑے جس طرح احباب حضور انور کی طرف کشاں کشاں بڑھ رہے تھے اور ان کی تعداد میں ہر لحظہ اضافہ ہو رہا تھا۔

## ایک دلچسپ اتفاق

اگرچہ حضور انور سے ملنے کے لیے اکٹھے ہونے والے شائقین کی اکثریت کو آپ کا تعارف نہ تھا۔ ایک میاں بیوی آپ کے پاس آئے اور وہ آپ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ یہ جوڑا برطانیہ سے تعلق رکھتا تھا اور جاپان میں رخصت پر آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ خاتون حضور انور کے پاس آ کر یوں مخاطب ہوئی کہ آپ میرے ہمسائے ہیں ہم Melrose Road پر رہتے ہیں جو مسجد فضل کی پچھلی جانب ہے۔ اس لیے ہم نے آپ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ ہم نمبر 67 میں رہتے ہیں۔

جب میں نے اس خاتون کو یہ الفاظ ادا کرتے دیکھا تو ایسے اتفاق سے حیران رہ گیا۔ Melrose Road واقعتاً مسجد فضل سے ملحق ہے اور جب کہ وہ نمبر 67 میں مقیم ہیں تو جماعت کی ملکیت نمبر 65 ہے جو بطور مہمان خانہ مستعمل ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ حضور انور کے لندن میں سب سے قریبی ہمسائے ہوں اور یہاں وہ ایک دور دراز جاپان کی مارکیٹ میں اتفاق سے اسی شام کو موجود تھے جب حضور انور کا ورود مسعود ہوا تھا۔

ایک مزید اتفاق ایسا ہوا جس نے اس ملاقات کو مزید غیر معمولی بنا دیا کہ اس خاتون نے حضور انور کو بتایا کہ ان کی اور حضور انور کی تاریخ پیدائش بھی ایک ہی ہے۔ اس پر حضور انور نے ان سے ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں استفسار فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ 15 ستمبر 1950ء جس پر حضور انور نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے کہ ہاں میری پیدائش بھی اسی دن ہوئی تھی۔

مجھے اقرار کرنا پڑے گا کہ ان اتفاقات نے مجھے بالکل حیران کر دیا تھا۔ یہ امر نہایت عیاں تھا کہ وہ (دونوں میاں بیوی) حضور انور کو جاپان میں دیکھ کر بہت خوش تھے اور مجھے یقین ہے کہ جس طرح لوگ حضور انور کی طرف کھچے چلے آئے تھے یہ دیکھ کر انہیں حضور انور (اپنے ہمسائے) کے مقام اور اہمیت کا خوب اندازہ ہو گیا ہوگا۔

## لوکل احمدیوں کے جذبات

ائرپورٹ پر پہنچ کر حضور انور نے لوکل احمدیوں کو آخری بار پھر شرف ملاقات بخشا۔ حضور انور نے روانگی کے حصہ میں داخل ہونے سے پہلے جماعت کی طرف ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا۔ میں نے احمدیوں کی طرف دیکھا جن میں سے اکثریت کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

بعد ازاں ایک لوکل احمدی نے مجھے بتایا کہ حضور انور کے جانے سے مجھے بہت صدمہ ہوا کیونکہ کوئی بھی احمدی اپنے خلیفہ سے دور ہونے پر شدید غمزدہ ہو جاتا ہے۔ تاہم انہوں نے بتایا کہ یہ بات نہایت خوشکن ہے کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور جاپانی جماعت اور ان کی مساعی سے خوش واپس لوٹ رہے تھے۔

ایک دوسرے لوکل جماعت کے خادم نے کچھ دنوں کے بعد مجھے لکھا کہ جب حضور انور نے آخری بار خدا حافظ کہنے کے لیے ہاتھ ہلایا اور روانگی کے حصہ میں داخل ہوئے تو ایسے لگتا تھا کہ سارا Tokyo بند اور خالی خالی سا ہو گیا ہے. بہرحال انہوں نے بتایا کہ دورہ کی یادیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گی اور ہمیشہ باعث سکون وتسکین ہوں گی۔

## Heathrow ائرپورٹ پر آمد

ہم Heathrow ایئرپورٹ یو کے، کے وقت کے مطابق شام میں پہنچے۔ جب ہم حضور انور کے پیچھے چل رہے تھے تو میں کئی طرح کے جذبات سے مغلوب تھا۔ میں خوش تھا کہ گھر واپسی ہو رہی ہے لیکن اداس بھی تھا کیونکہ دورہ ختم ہو چکا تھا۔ حضور انور کو خوش آمدید کہنے کے لئے امیر صاحب یوکے اور دیگر عہدیداران بڑی تعداد میں موجود تھے۔ حضور انور کی واپسی پر ان کے چہروں سے خوشی اور مسرت خوب عیاں تھی۔

## حضور انور کی مسجد فضل لندن واپسی

ہم نے مسجد فضل (لندن) واپسی کی تو سینکڑوں احمدی احباب وہاں حضور انور اور خالہ سبوحی کو خوش آمدید کہنے کے لیے کھڑے تھے۔ حضور انور نے ان سب کی طرف ہاتھ ہلایا اور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور جب آپ نے ایسا کیا تو مجھے خیال گزرا کہ اب حقیقی طور پر آپ کا دورہ اختتام پذیر ہو گیا ہے۔ میں نے فوراً دائیں بائیں دیکھا تو چند لمحات میں میں نے مالہ (اپنی اہلیہ) کو دیکھا اور Pushchair میں ماہد بھی تھا۔ جو قابل دید لباس پہنے ہوئے گہری نیند سو رہا تھا اور واقعی کافی بڑا ہو چکا تھا۔

## دورہ کا تتمہ

میرے خیال میں ہم سب اپنے گھروں میں خوش خوش واپس لوٹے تھے اس بات کا ادراک رکھتے ہوئے کہ حضور انور کا دورہ ابتداء سے اختتام تک بے انتہا فضلوں کا حامل تھا۔ ہم میں ایسے احباب جن کو حضور انور نے اپنے ساتھ دورہ پر جانے کی سعادت بخشی تھی وہ اس سعادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیونکر ادا کر سکتے تھے۔

ہمیں بطور گواہ اسلام کا پیغام دنیا کے دور دراز کناروں تک لوگوں تک پہنچتا دیکھنے کی توفیق ملی۔ ہمیں بطور ہم مجلس اللہ کے نمائندے کو زمین پر اسلام کا پیغام نہایت خوبصورتی اور بہترین طریق پر پھیلاتے ہوئے دیکھنے کا موقع ملا۔

سنگاپور سے سڈنی تک، Melbourne

بقیہ صفحہ 13 پر

ٹرانسکرائب و کمپوزنگ: ابو اثمار اٹھوال

# This Week with Huzur

## 27 مئی 2022ء

پچھلے اتوار (22 مئی 2022ء) کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس شوریٰ کے صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر ایمان افروز خطاب فرمایا۔ پیارے حضور نے یوکے جماعت کے تینتالیسوے مجلس شوریٰ کے اختتامی اجلاس کے موقعہ پر یہ خطاب بیت الفتوح سے فرمایا۔ کئی دوسرے ممالک نے اپنی مجلس شوریٰ بھی اسی اتوار کو منعقد کی اور ورچوئل ذریعہ سے اختتامی اجلاس میں شرکت کی۔

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مجلس شوریٰ کے خطاب میں سے کچھ جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''آج یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تقریباً تین سال کے وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یوکے جماعت کی مجلس شوریٰ میں تمام افراد کو بذات خود شرکت کرنے اور اس کا انعقاد پورے اہتمام سے کرنے کی توفیق بخشی۔ میرا خیال ہے کہ یہی بات کینیڈا، جرمنی، امریکہ اور بعض دوسرے ممالک پر بھی اطلاق پاتی ہے۔ اس سال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مجلس شوریٰ کی صد سالہ جوبلی بھی منائی جا رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تمام ممبران نے اس سنگ میل کے متعلق تدبر کیا ہوگا۔ اور اس بات کو سراہا ہوگا کہ جب سے اس ادارے کا اجراء ہوا ہے تب سے یہ مجلسِ شوریٰ ترقی کی نئی منازل طے کرتی چلی گئی ہے اور اس کا دائرہ بھی مزید وسیع ہوتا گیا ہے۔ ہماری جماعت پر ایک سرسری نظر بھی اس حقیقت کی گواہی دینے کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت ہمیشہ ہمارے ساتھ شامل حال رہی ہے اور اس نے ہر لحاظ سے جماعت کو ترقی کرنے اور کامیابی کی طرف بڑھنے کی توفیق بخشی ہے۔ یہ مجلس شوریٰ کے ادارے کے حوالے سے بھی یقیناً سچ ہے۔ ایک مبارک بیج جو کہ سو سال قبل بویا گیا تھا۔ نہ صرف اس کی جڑیں مضبوط ہوئی ہیں بلکہ یہ اب تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ مجلسِ شوریٰ ہر دنیاوی پارلیمنٹ اور اسمبلی سے مختلف ہے۔ اگر ہم دنیا کی پارلیمانی تقریب کو دیکھیں تو اکثر ایسی بحثیں دیکھنے کو ملتی ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہوں اور جن کا نتیجہ کوئی نہیں نکلتا سوائے اس کے کہ ممبران کے درمیان آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائیں۔ نتیجۃً ان کی تقریب ان کے لوگوں میں تضاد پیدا کرنے کا کام کر رہی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ ممالک میں بھی اس کے نتیجہ میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہمیں آج نظر آ رہا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ نظام شوریٰ کسی بھی سیاسی یا دنیاوی پارلیمان سے بہت مختلف ہے۔ یہ ایک مشاورتی نظام ہے جس کا کسی بھی پارلیمان یا کانگریس سے زیادہ اعلیٰ مقام و مرتبہ ہے۔ لیکن یہ صرف تب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ شوریٰ کے تمام ممبران بہت اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے ہوں اور وہ ہر قسم کی سیاست اور دھوکہ دہی سے اپنے آپ کو پاک رکھیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ مجلس شوریٰ کا سب سے بڑا مقصد ایسی تجاویز کو مرتب کرنا ہے جن کے ذریعہ سے امام وقت حضرت مسیح موعودؑ کے خداداد کام کو تکمیل تک پہنچانے میں مدد حاصل ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کی اعلیٰ اور اکمل تعلیم کی تجدید کے لیے مبعوث فرمایا تھا اور اس لیے کہ آپ اسلام کے پیغام کو دنیا کے تمام کناروں تک پہنچا دیں۔ لہٰذا بطور اراکین مجلس شوریٰ آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ اپنی سنجیدہ آراء خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کریں جو پوری جماعت کے لیے ایک روحانی باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد وہ آپ کے مشورہ پر محض اس غرض سے غور کرے گا کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جو بھی منصوبے یا پالیسیاں وضع کی جائیں وہ اسلام کے پیغام کو پھیلانے میں ممد ثابت ہوں۔ اور انسان کو اپنے خالق اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی طرف لے جانے والی ہوں۔ آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ مجلس شوریٰ ایک متحدہ ادارہ ہے جس کا ایک ہی مشترکہ مقصد ہے۔ اس لیے آپ کو اپنی ذمے داریاں انتہائی سنجیدگی اور پوری دیانتداری کے ساتھ نبھانی چاہئیں۔ اگر آپ اس روح کے ساتھ شرکت کرتے ہیں تو آپ کی کبھی یہ سوچ نہیں ہو سکتی کہ صرف آپ کی بات ہی درست ہے یا یہ کہ آپ کی رائے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ وزن رکھتی ہے۔ آپ ایک دنیاوی سیاسی پارٹی کی طرح گروہ بندی کی کوشش نہیں کریں گے بلکہ آپ کو یہ احساس ہوگا کہ بطور ممبران جماعت اور ممبران مجلس شوریٰ صرف ایک ہی پارٹی ہے جس کی ہم خدمت کرنا اور اس کا حصہ بننا چاہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی الٰہی جماعت ہے۔ جہاں جماعت کو ایک وقت میں صدر انجمن احمدیہ کی مرکزی ایگزیکٹو باڈی کو فنڈ کرنے میں مشکل پیش تھی۔ اب ہم ایک ایسے مرحلے میں پہنچ گئے ہیں کہ بہت سے ممالک میں جماعت کے انفرادی شعبہ جات کو اسلام کی خدمت میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے بڑی رقوم مختص کی جاتی ہیں۔ چنانچہ جو سوال ہمیں اپنے آپ سے کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ آیا ہمارے اندر قربانی، برداشت اور صبر کرنے کا وہی جذبہ ہے جیسا کہ ہمارے سے پہلوں نے کیا؟ کیا ہم اسی جذبہ اور وقف کی روح کے ساتھ اسلام کی خدمت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلوں سے کیا اور کیا ہم اپنے دین کی خاطر ہر ممکنہ قربانی دینے کے لیے تیار ہیں یا کیا وہ الفاظ جو ہم اپنے عہدوں میں دوہراتے ہیں کھوکھلے اور بے معنی دعوے ہیں؟ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر تمام عہدیداران اور شوریٰ کے نمائندگان کو غور کرنا چاہیے۔''

دعا کروانے کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الفتوح کے انتظامی حصہ کی از سر نو تعمیر کا معائنہ فرمایا اور اس کی پیش رفت کا جائزہ لیا۔

بقیہ: ڈائری عابد خان سے ایک ورق...... از صفحہ 12

سے Brisbane تک، Ackland سے Wellington تک، Tokyo Nagoya تک بہت سے لوگوں کو حضرت خلیفۃ المسیح کے الفاظ سننے اور ملاقات کا شرف پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ہم نے چند لمحوں میں حضور انور کی گفتگو سنتے ہی لوگوں کا رویہ بدلتے دیکھا۔ ہم نے غیر احمدی احباب کو حضور انور کا ہاتھ چومتے ہوئے اللہ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے دیکھا۔ ہم نے کئی نامور سیاستدانوں کو حضور انور کے ساتھ سٹیج پر بیٹھنے پر اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوتے دیکھا۔ ہم نے عالمگیر میڈیا کو حضور انور کا انٹرویو کرتے دیکھا۔ ہم نے ہزاروں احمدیوں کو اپنے محبوب امام کے ساتھ گزارے چند لمحات میں روحانی تروتازگی اور شادابی سے معطر ہوتے دیکھا۔

یقیناً حضور انور کا دورہ 2013 جو مشرق بعید اور Pacific کا تھا، ہماری جماعت کی تاریخ کے عظیم کارناموں میں شمار کیا جاتا رہے گا۔

خاکسار کی ڈائری ملاحظہ فرمانے پر حضور انور نے اپنے دست مبارک سے یہ نوٹ تحریر فرمایا کہ نمائش ملاحظہ فرمانے کے دوران آپ نے ہدایت فرمائی تھی کہ اس نمائش میں شہدائے احمدیت کی تصاویر بھی شامل ہونی چاہیے تھیں اور ہر جماعتی نمائش میں ہمارے شہداء کی تصاویر شامل ہونی چاہئیں۔

گزشتہ چند ماہ میں کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے ان ڈائریز کو لکھنے میں سستی دکھائی اور جب کبھی بھی ایسا ہوا ہر بار حضور انور نے خاکسار سے استفسار فرمایا کہ اگلی قسط کب تک مکمل ہو جائے گی۔ یوں یقینی طور پر یہ محض حضور انور کی حوصلہ افزائی کے باعث ہی ممکن ہوا کہ میں ان ڈائریز کو ساتھ ساتھ مکمل کر پایا ہوں۔ جملہ ڈائریز بہت لمبی تھی اور میں ہر پڑھنے والے کا مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف ان کو دلچسپی سے پڑھا بلکہ اپنے تاثرات بھی بھجوائے۔

آخر پر میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری ڈائریز حضور انور کے مبارک دورہ کی چند جھلکیاں ہی پیش کر سکتی ہے۔ بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو شامل نہ ہو سکی ہیں اور بے شمار ایسی چیزیں ہیں جن کا مجھے علم بھی نہیں ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنے فضلوں اور دائمی خوشیوں سے بھرپور عمر دراز سے نوازے۔ آمین۔

(دورہ جاپان 2013ء حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اردو ترجمہ از ڈائری عابد خان)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

# اعلان نکاح

مکرم منیر احمد جاوید پرائیویٹ سیکرٹری لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 18/ جون 2022ء بعد نماز عصر مسجد مبارک اسلام آباد، یو کے میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرما کر ان کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔

*عزیزہ انیلہ محمود (واقفۂ نو) بنت مکرم طارق محمود صاحب (لندن۔ یو کے)
ہمراہ عزیزم داؤد احمد خان (واقفِ نو) ابن مکرم احسان الصمد خان صاحب (کرائیڈن۔ یو کے)

*عزیزہ ڈاکٹر مریم لطیف (واقفۂ نو) بنت مکرم ڈاکٹر لطیف احمد مبشر صاحب (سکنتھورپ۔ یو کے)
ہمراہ عزیزم ڈاکٹر برہان بیگ مرزا (واقفِ نو) ابن مکرم محمود بیگ مرزا صاحب (ہیز۔ یو کے)

*عزیزہ ودیعہ مرزا بنت مکرم محمود بیگ مرزا صاحب (ہیز۔ یو کے)
ہمراہ عزیزم کامران مظفر (واقفِ نو) ابن مکرم ڈاکٹر مظفر احمد صاحب (سکنتھورپ۔ یو کے)

*عزیزہ ہانیہ یاسین (واقفۂ نو) بنت مکرم عبدالحمید یاسین صاحب (لندن۔ یو کے)
ہمراہ عزیزم نبیل احمد ابن مکرم ندیم احمد صاحب (کرائیڈن۔ یو کے)

*عزیزہ سینم سائرہ شاہ بنت مکرم عامر سیف اللہ شاہ صاحب (امریکہ)
ہمراہ عزیزم سید فہد فاروق بخاری (واقفِ نو) ابن مکرم سید فاروق ظفر بخاری صاحب (امریکہ)

*عزیزہ مائرہ مسعود بنت مکرم مسعود احمد صاحب (لندن۔ یو کے)
ہمراہ عزیزم رانا شعیب احمد خان ابن مکرم عبدالشکور خان صاحب (لندن۔ یو کے)

**اللہ تعالیٰ ان تمام نکاحوں کو طرفین کے لئے مبارک کرے۔ ادارہ کی طرف سے جملہ فریق مبارکباد قبول کریں۔**

# فقہی کارنر

## ارکان نماز کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارکانِ نماز کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

ارکانِ نماز دراصل روحانی نشست و برخاست .... ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آدابِ خدمتگار ان میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمال ادب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طریق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کی طرح نقلیں اتاری جاویں اور اسے ایک بارِ گراں سمجھ کر اُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتاؤ اس میں کیا حظ آسکتا ہے؟ اور جب تک لذت اور سرور نہ آئے اُس کی حقیقت کیوں کر متحقق ہوگی اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلّل تام ہو کر آستانہ الوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے۔ اُس وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔ مَیں اِس کو اور کھول کر لکھنا چاہتا ہوں کہ انسان جس قدر مراتب طے کر کے انسان ہوتا ہے یعنی کہاں نطفہ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزاء یعنی مختلف قسم کی اغذیہ اور اُن کی ساخت اور بناوٹ۔ پھر نطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ، پھر جوان، بوڑھا۔غرض ان تمام عالموں میں جو اس پر مختلف اوقات میں گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اس کے ذہن میں کھنچا رہے۔ تو بھی وہ اس قابل ہوسکتا ہے ربوبیت کے مدمقابل میں اپنی عبودیت کو ڈال دے۔غرض مدعا یہ ہے کہ نماز میں لذت اور سرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپ کو عدم محض یا مشابہ بالعدم قرار دے کر جو ربوبیت کا ذاتی تقاضہ ہے نہ ڈال دے اُس کا فیضان اور پَرتو اس پر نہیں پڑتا اور اگر ایسا ہو تو پھر اعلیٰ درجہ کی لذت حاصل ہوتی ہے جس سے بڑھ کر کوئی حظ نہیں ہے۔

(الحکم 12 اپریل 1899ء صفحہ 5)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

# ایک سبق آموز بات

فارسی زبان کا ایک مشہور مصرعہ ہے کہ

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

یعنی میرے یار (محبوب) کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی نہیں جانتا۔ ہمیں اپنے وطن سے محبت کی بھی تلقین کی گئی ہے، پس اپنے ملک جہاں ہم بستے ہوں اس کی زبان سیکھنا بھی ہم پر لازم ہے ورنہ اس مصرعہ کے مصداق محبت کا دعویٰ تو ہوگا مگر نہ محبوب کو محبت کا علم ہوگا نہ ہمیں اس کی صحیح بات سمجھ آسکے گی۔

طاہر احمد۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن فن لینڈ

| | | 27/جون2022ء | طلوع فجر | غروب آفتاب |
|---|---|---|---|---|
| مکہ مکرمہ | | | 04:13 | 19:06 |
| مدینہ منورہ | 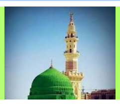 | | 04:04 | 19:14 |
| قادیان | | | 03:45 | 19:38 |
| ربوہ | | | 03:25 | 19:18 |
| اسلام آباد ٹلفورڈ | 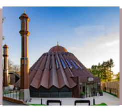 | | 03:20 | 21:23 |